إِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ ۔ عَسٰى أَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

تار کا پتہ الفضل قادیان

الفضل قادیان

اللہ اکبر

ہفتہ میں تین بار

ایڈیٹر - غلام نبی

The ALFAZL QADIAN.

قیمت سالانہ پیشگی اندرون ہند

قیمت سالانہ پیشگی بیرون ہند

نمبر ۱۱۱ | مورخہ ۲۶ مارچ سنہ ۱۹۳۱ء | یوم پنجشنبہ | مطابق ۵ ذیقعد سنہ ۱۳۴۹ھ | جلد ۱۸

مدینۃ المسیح

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز اللہ تعالیٰ کے فضل و رحم سے بخیر و عافیت ہیں ؛؛

دہلی میں چیمسفورڈ کلب کی طرف سے لارڈ ارون وائسرائے ہند کو جو الوداعی ڈنر دیا جا رہا ہے۔ اس میں شامل ہونے کے لئے جناب مفتی محمد صادق صاحب ۲۴ مارچ دہلی روانہ ہوئے ؛؛

میاں معراج الدین صاحب عمر ساکن لاہور نے ۲۱ مارچ بعد از نماز عشاء مسجد اقصیٰ میں ذکر حبیب پر تقریر فرمائی ؛؛

۲۲ مارچ کو دھاریوال کی اپ لفٹ کرکٹ ٹیم احمدیہ کلب کے ساتھ میچ کھیلنے کے لئے قادیان آئی - احمدیہ کلب کو میچ میں نمایاں کامیابی حاصل ہوئی ؛

جناب میر قاسم علی صاحب اور مولوی محمد یار صاحب مولوی فاضل جہلوال سے واپس آ گئے ؛؛

مجلس مشاورت سنہ ۱۹۳۱ء خاص اہمیت رکھتی ہے

تمام جماعتیں اپنے نمائندے ارسال کریں

جیسا کہ احباب کو اطلاع دی جا چکی ہے۔ مجلس مشاورت کا انعقاد ۳-۴-۵- اپریل سنہ ۱۹۳۱ء کو ہوگا۔ جماعت احمدیہ کے شاندار اور وسیع پروگرام کو مد نظر رکھتے ہوئے ہر احمدی مجلس مشاورت کی اہمیت کا بخوبی احساس کر سکتا ہے لیکن اس سال کی مجلس مشاورت خاص طور پر اہم ہے کیونکہ اس وقت دنیا اقتصادی اور تجارتی مصائب میں مبتلا ہو کر اور مسلمان بالخصوص احمدی اس سے بہت زیادہ متاثر ہو رہے ہیں۔ اور ایجنڈا کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مجلس مشاورت میں ایسے ذرائع سوچے جائیں گے جن سے یہ مشکلات اور مصائب دور ہو سکیں۔ اور اس حالت کی اصلاح ہو سکے اس لئے امید ہے۔ ہر جماعت مجلس مشاورت میں اپنا نمائندہ ضرور بھیجیگی۔ اور اس طرح مسلمانوں کی مشکلات کو دور کرنے میں ممد و معاون ہوگی اس بات کا خاص خیال رکھا جائے۔ کہ کوئی جماعت اپنا نمائندہ بھیجنے سے رہ نہ جائے۔ جن جماعتوں نے ابھی تک اپنے نمائندوں کے انتخاب کی اطلاع نہیں دی۔ وہ جلد سے جلد انتخاب کر کے اطلاع دیں ؛

اس موقعہ پر ایک صنعتی نمائش کا بھی انتظام کیا گیا ہے۔ جو تجارتی ترقی اور اقتصادی اصلاح کے لئے ایک موثر اور مفید ذریعہ ہے اس لئے تمام جماعتوں کو چاہیئے۔ کہ اسے بھی ہر لحاظ سے کامیاب بنانے کی کوشش فرمائیں ؛؛

سوراج میں مذہبی تبلیغ و اشاعت

گاندھی جی سے مولینا عبدالرحیم صاحب درد ایم اے کی ملاقات

جناب مولوی عبدالرحیم صاحب درد ایم۔اے نے ۲۲ مارچ کو دہلی سے حسب ذیل تار بنام الفضل ارسال کیا :-

گاندھی جی کا جو بیان اخبار سٹیٹسمین ۲۱ مارچ ۱۹۳۱ء صفحہ ۹ کالم دو میں شائع ہوا ہے۔ اس کے متعلق میں نے آج آپ سے ملاقات کی۔ اور دریافت کیا۔ کہ کیا سیلف گورنمنٹ کے حصول کے بعد وہ امریکن اور دیگر غیر ملکی مشنریوں کو ہندوستان میں اپنے مذاہب کی اشاعت کی اجازت دیں گے۔ گاندھی جی نے جواب دیا۔ کہ اگر وہ اپنی سرگرمیوں کو محض انسانی ہمدردی اور غرباء کی ٹھوس خدمت کے کاموں تک محدود رکھنے کی بجائے طبی امداد اور تعلیم وغیرہ کی آڑ میں لوگوں کے مذہب کو تبدیل کرنے کی کوشش کریں گے۔ جیسا کہ اب کر رہے ہیں۔ تو میں یقیناً انہیں واپس چلے جانے کا حکم دوں گا۔ خوبیوں کے لحاظ سے تمام اقوام کے مذاہب یکساں اچھے ہیں اور ہندوستان کے مذاہب یہاں کے لوگوں کے لئے یقیناً کافی ہیں ہمیں کسی روحانی تبدیلی کی ضرورت نہیں۔ میں نے دریافت کیا۔ کیا آپ کا یہ مطلب ہے کہ سوراج میں مذہبی تبلیغ و اشاعت کی آزادی نہ ہوگی؟ اس کے جواب میں گاندھی جی نے ان الفاظ سے کہ میں یقیناً انہیں واپس چلے جانے کا حکم دوں گا صاف انکار کر دیا۔ اور کہا۔ میں نے یہ الفاظ ہرگز نہیں کہے۔ مگر میرا مطلب یہ ہے کہ چھوٹے بچوں اور جاہل اقوام جیسے بھیل وغیرہ کے مذہب کو بالواسطہ ذرائع سے تبدیل کرنا نامناسب فعل ہے۔ البتہ میرے جیسے تعلیم یافتہ لوگوں کو اپنے مذہب میں شامل کرنے کی کوشش بے شک کی جائے۔ چونکہ وقت بہت کم تھا۔ اس لئے مزید گفتگو نہ ہوسکی ؛

دہلی میں مسلمان لیڈروں کی مجلس مشاورت

جناب مولوی عبدالرحیم صاحب درد ایم۔اے نے ۲۱ مارچ کو دہلی سے حسب ذیل تار بنام الفضل بھیجا۔ صرف کانگرسی اور غیر کانگرسی مسلمانوں کے درمیان بحث و تمحیص جاری رہی آج تمام دن کمیٹی کام کرتی رہی۔ اور بالغوں کے حق رائے دہندگی پر متفق ہوگئی۔ لیکن فیڈرل اور صوبجاتی لیجسلیچر میں مسلمانوں کی نیابت کی مقدار اور طریق کے حقیقی سوال کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں ہو سکا۔ ڈاکٹر انصاری اور مولانا شوکت علی کے درمیان خوب گرما گرم بحث ہوئی۔ پریس کو یہ بیان ارسال کر دیا گیا ہے۔ کہ فیصلہ کے لئے دیگر مسلمانوں کی ایک باقاعدہ میٹنگ بہت جلد ہوگی۔ مولوی شفیع داؤدی کی تجویز ہے۔ کہ تمام امور اپریل کے پہلے ہفتہ میں طے کر لئے جائیں۔ گاندھی جی کل صبح میاں سر محمد شفیع سے ملاقات کریں گے۔ وائسرائے نے گاندھی جی اور گول میز کانفرنس کے ڈیلی گیٹوں سے گول میز کانفرنس کے آئندہ پروگرام کے متعلق گفتگو کی ؛

خدمات سلسلہ کیلئے ایک ایم۔اے یا بی۔اے کی ضرورت

صدر انجمن احمدیہ کو ایک ایم۔اے یا بی۔اے کی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے لئے ضرورت ہے جسے تاریخ اور علم اقتصاد میں اچھی واقفیت اور وسیع مطالعہ ہو۔ اور وہ انگریزی میں تحریر و تقریر کا خاص ملکہ حاصل ہو۔ خدمت دین کے لئے غیرت و شوق رکھنے والے احمدی احباب اس نادر موقعہ سے فائدہ اٹھائیں۔ اور مزید تفصیلات معلوم کرنے کے لئے مجھ سے خط و کتابت کریں۔ تمام درخواستیں آٹھ اپریل تک میرے پاس پہونچ جانی چاہئیں ؛

ناظر دعوت و تبلیغ قادیان

سرگودھا میں میلہ اسپاں کے موقع پر تبلیغ

برادر محمد سعید صاحب سیکرٹری تبلیغ انجمن احمدیہ سرگودھا لکھتے ہیں :-

سرگودھا میں ہر سال میلہ اسپاں ہوتا ہے۔ امسال بھی حسب سابق ۹- لغایت ۱۴- مارچ ۱۹۳۱ء تک رہا۔ اس موقعہ پر یہاں کی جماعت ہر سال اپنا تبلیغی کیمپ میلہ پر لگایا کرتی ہے۔ اس دفعہ بھی حسب معمول ان دنوں تبلیغی کیمپ لگایا گیا۔ اور لوگوں کو تبلیغ کی گئی حقیقی نجات دہندہ ہستی باریتعالیٰ۔ وفات مسیح ناصری۔ ندائے ایمان۔ شناخت مدعی ماموریت و مسیحیت کس طرح ہو۔ اس زمانہ کا مجدد۔ مسیح موعود کون ہے۔ ضرورت الامام۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا ایک نشان وغیرہ وغیرہ مضامین پر ٹریکٹ بکثرت تقسیم کئے گئے۔ سلسلہ کے خصوصی مسائل اور صداقت اسلام کے متعلق بہت مفید اور پُر از معلومات تقریریں بھی ہوئیں۔ اور اس طرح کوشش کی گئی۔ کہ لوگ صداقت کی طرف متوجہ ہوں۔ چونکہ میلہ اسپاں کے موقعہ پر بہت سے دیہاتی بھی آتے ہیں۔ جو پنجابی اشعار سے بہت متاثر ہوتے ہیں۔ اس لئے اس دفعہ ایک احمدی دوست نے ان ایام میں نہایت عمدہ اور موثر ڈھولے حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت اور سلسلہ کے تمام پہلوؤں پر میلہ میں پھر پھر کر لوگوں کو سنائے جو خدا کے فضل سے نہایت مفید ثابت ہوئے بعض غیر احمدی صاحبان بھی ہمارے کیمپ میں آئے ... الفضل۔ یہ طریق تبلیغ بہت موثر اور مفید ہے۔ کیونکہ اس طرح ایک وسیع حلقہ میں پیغام حق پہونچایا جا سکتا ہے۔ ہر جگہ کے احباب کو چاہیئے۔ اپنے اپنے ہاں ایسی تقریبات اور اجتماعات کے موقعہ پر اس سے فائدہ اٹھائیں ؛

الفضل کا خاص نمبر

اس کے متعلق پہلے اطلاع دی جا چکی ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعاوی کی تصدیق میں فضلاء سلسلہ کے جامع و مدلل مضامین پر مشتمل ہوگا جن دوستوں کو زائد پرچوں کی ضرورت ہو۔ وہ بہت جلد مطلوبہ تعداد سے اطلاع دیں۔ کیونکہ یہ نمبر صرف اسی قدر زائد چھپے گا۔ جتنی درخواستیں پہلے آچکی ہونگی۔ حجم ۲۰ صفحہ سے کم نہ ہوگا۔ مگر قیمت صرف ایک آنہ ؛ مشتہرین ابھی سے جگہ ریزرو کرالیں ورنہ بعد میں موقعہ نہ ہوگا۔ درخواست کے بغیر اس میں کوئی اشتہار نہیں دیا جائیگا ؛

نومسلمین کی امداد کا وعدہ کرنیوالوں کیلئے اطلاع

جن دوستوں نے نومسلمین (اچھوت اقوام) کی امداد کا وعدہ کیا ہوا ہے۔ وہ مجلس مشاورت میں مجھ سے ملیں۔ تاکہ میں زبانی بات چیت کر کے ان کی ضرورت کے مطابق نومسلم خاندان بھیج سکوں۔ اور نومسلمین کے لئے سفر خرچ اور پیشگی چھ ماہ کے اخراجات اور ضروری سامان سکونت کاری کے متعلق تبادلۂ خیالات کر کے صحیح نتیجہ پر پہونچ سکوں۔ خط و کتابت سے بعض باتیں حل نہیں ہوسکتیں ؛

ناظر دعوت و تبلیغ قادیان

تبلیغی رپورٹ فارم

ماہوار تبلیغی رپورٹوں کے لئے میں نے نئے فارم تجویز کئے ہیں۔ جو چھپوا کر تبلیغی سکرٹریوں کو بھجوائے جا رہے ہیں۔ ماہ مارچ کی تبلیغی رپورٹیں اُن فارموں پر آنی چاہئیں۔ پہلے رپورٹ فارم اگر کسی صاحب کے پاس ہوں۔ تو انہیں منسوخ سمجھیں۔ اور اگر کسی صاحب کو نئے رپورٹ فارم اخیر مارچ تک نہ ملیں۔ تو وہ اطلاع دیں ؛

ناظر دعوت و تبلیغ قادیان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الفضل

نمبر ۱۱۱ | قادیان دارالامان مورخہ ۲۶ مارچ ۱۹۳۱ء | جلد ۱۸

اِمتحان میٹریکولیشن کا پرچۂ تاریخ

قابلِ توجّہ پنجاب یونیورسٹی

حکومت کے ہر ایک ادارہ پر متسلّط ہونے اور ہر ایک محکمہ پر پُورا پُورا قبضہ رکھنے کی وجہ سے ہنُدو اس قدر بے باک ہو گئے ہیں۔ کہ کوئی موقعہ مسلمانوں کو نقصان پہونچانے اور ان کی دل آزادی کرنے کا جانے نہیں دیتے۔ یہ ایسی ثابت شدہ حقیقت ہے کہ کسی اخبار بین اور ملکی حالات سے باخبر رہنے والے کو اس کے لئے کسی مزید ثبوت اور دلیل کی ضرورت نہیں۔ لیکن تعجب ہے تاحال باوجود مسلمانوں کی چیخ و پکار کے گورنمنٹ نے اس قسم کی شرارتوں کے انسداد کا قابلِ اطمینان انتظام نہیں کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہو رہا ہے۔ کہ ان میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ اس قسم کی ایک تازہ مثال اس سال کے امتحان میٹریکولیشن کا پرچہ تاریخ ہے۔ جس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ پرچہ طلبار کی تاریخ دانی کا اندازہ لگانے کے لئے مرتب نہیں کیا گیا۔ بلکہ اس کا مقصد صرف یہ ہے۔ کہ ہندوستان میں ہندو حکمرانوں کی تعریف و توصیف۔ تدبّر و سیاست اور حسنِ انتظام کے ساتھ ساتھ مسلمان حکمرانوں کی بدسلوکی و بداخلاقی اور ان کی بے تدبیری کا پروپیگنڈا کیا جائے۔ چنانچہ پرچہ کا پہلا سوال یہ ہے:-

Give an idea of the extent of the Gupta Empire under the first three great emperors. is it true that the Gupta age deserves to be called a golden age.

گویا اس سوال کے ذریعہ طلباء سے مطالبہ کیا گیا ہے۔ کہ وُہ خاندان گپتا کے تمام محاسن اور حسنِ انتظام کو پیشِ نظر رکھ کر یہ بات ثابت کریں کہ ہندوستان میں گپتا خاندان کی حکومت کا زمانہ Golden Age یعنی زرین عہد تھا۔ اس کے بعد تیسرا سوال یہ ہے:-

"Barber's dynasty lay under the curse of rebellious Sons," Give facts from Mughal History in support of this Statement.

یعنی واقعات کی رو سے ثابت کرو۔ کہ بابر کا خاندان باغی فرزندوں کی لعنت میں مبتلا رہا ہے۔

ان دونوں سوالات کو مدنظر رکھ کر کوئی شخص اس بات سے انکار نہیں کر سکتا۔ کہ یہ خاص مقصد و مدعا کے پیشِ نظر تجویز کئے گئے ہیں۔ اور ممتحن کی ذہنیت صاف طور پر ان میں سے نظر آ رہی ہے اس کا منشاء یہ ہے۔ کہ طلبار سے ہنُدو عہد کی مدح و تعریف اور مغل عہد کی تنقیص اور مذمت کرائی جائے۔ اور مجبُور کر کے کرائی جائے۔ کیونکہ جب ان سوالات کے حل کرنے پر طلبار کی کامیابی کا دار و مدار ہے۔ کہ وہ عہد گپتا کو زرین عہد ثابت کریں۔ اور خاندانِ مغلیہ کو باغی فرزندوں کا خاندان قرار دیں۔ تو بے چارے طالبِ علم مجبُور ہیں۔ کہ ایسا ہی کریں۔ خواہ گپتا خاندان کے عہد کو بدترین عہد سمجھتے ہوں۔ اور خاندانِ مغلیہ کی خوبیوں اور ان کے عظیم الشان کارناموں کے قائل ہوں۔ اور ان کے متعلق تاریخی ثبوت رکھتے ہوں۔ کیونکہ اگر وُہ مذکورہ بالا سوالات کے جوابات ممتحن کی مرضی اور منشار کے ماتحت نہ دیں۔ تو امتحان میں پاس نہ ہو سکیں گے۔ طلباء کے دل۔ ان کے ضمیر اور ان کی قوتِ فیصلہ پر یہ اتنا بڑا ظلم اور ان کی مجبوری سے اس طرح ناجائز فائدہ اٹھانا اتنی بڑی جفاکاری ہے۔ جو کسی صورت میں بھی قابلِ درگزر نہیں قرار دی جا سکتی۔ اول تو ہر ایک ممتحن کا یہ فرض ہونا چاہیئے کہ وُہ پرچۂ امتحان میں کوئی ایسا سوال درج نہ کرے۔ جو کسی قوم اور کسی مذہب کے نوجوانوں کے لئے قومی یا مذہبی لحاظ سے تکلیف دہ اور دل آزار ہو۔ دُوسرے سوال کی نوعیت ایسی ہونی چاہیئے جس سے درسی کتب کے متعلق طلبار کی قابلیت کا اندازہ لگایا جا سکے نہ کہ انہیں ایسے امُور کے متعلق ممتحن کے حسبِ منشا فیصلہ لکھنے کے لئے مجبُور کیا جائے۔ جو ہمیشہ سے متنازعہ فیہ چلے آ رہے ہیں۔ اور جن میں قومی اور مذہبی کشمکش پائی جاتی ہے۔ لیکن افسوس ہے۔ کہ تاریخ کا پرچہ مرتب کرنے والے نے ان دونوں باتوں کو نظرانداز کر دیا۔ اس نے دیدہ و دانستہ ایک ایسا سوال پرچہ میں درج کیا جس کے متعلق اسے معلوم تھا۔ یا معلوم ہونا چاہیئے تھا۔ کہ مسلمان طلبار کے لئے نہایت رنجدہ ہوگا۔ پھر اسے یہ بھی معلوم تھا۔ یا معلوم ہونا چاہیئے تھا۔ کہ ہندوستان میں کونسا زمانہ "زرین عہد" تھا۔ اس کا آج تک بڑے سے بڑے تاریخ دان بھی کوئی ایسا فیصلہ نہیں کر سکے۔ جو ہندوؤں۔ مسلمانوں۔ سکھوں اور ہندوستان کی دوسری اقوام نے متفقہ طور پر تسلیم کر لیا ہو۔ جب یہ ایسا غیر فیصلہ شدہ اور اختلافی مسئلہ ہے۔ تو طلباء بیچارے کہاں سے وُہ ثبوت لاتے۔ جو گپتا زمانہ کو "عہد زرین" ثابت کر سکتے۔ مگر مجبُور اور ناچار تھے۔ مسلمان طالب علموں میں سے جنہوں نے ان سوالات کے متعلق کچھ لکھا ہوگا۔ محض اس لئے لکھا ہوگا۔ کہ فیل نہ کر دیئے جائیں اور اپنے دل پر جبر کر کے اور اپنے آپ کو مجبُور پا کر لکھا ہوگا۔ لیکن قابلِ توجہ یہ بات ہے۔ کہ کیا کسی ممتحن کو طلبار پر اس قدر جبر کرنے اور ان کے قومی و مذہبی جذبات کو مجروح کرنے کا حق حاصل ہے۔ اور کیا پنجاب یونیورسٹی اس بارے میں اپنا کوئی فرض سمجھتی ہے۔ یا نہیں؟

اگرچہ اس سال کا اِمتحان ہو چکا۔ اور مُسلم طلبار امتحان میں فیل ہو جانے کے خوف سے نہ معلوم کیا کچھ لکھ آئے۔ لیکن چونکہ اس قسم کے سوال ہی بالکل غلط اور بے ہودہ تھے۔ اس لئے ہم پنجاب یونیورسٹی کے اربابِ حل و عقد سے مطالبہ کرتے ہیں۔ کہ ان دونوں سوالات کو پرچۂ امتحان سے بالکل خارج کر دیا جائے۔ اور ان کے نمبر دوسرے سوالات پر تقسیم کر دیئے جائیں۔ نیز آئندہ کے متعلق اس قسم کی بے احتیاطی کا پُوری طرح اِنسداد کیا جائے۔ ورنہ مسلمان طالب علموں کو اس بات کے لئے تیار کرنے کا انتظام کیا جائے گا۔ کہ اگر امتحانات کے کسی پرچہ میں اس قسم کی شرارت پھر کی جائے۔ تو وُہ تمام کے تمام فوراً ایگزیمینیشن ہال سے اُٹھ کر باہر نکل آئیں۔ اور ایسے پرچہ کا جواب لکھنا ترک کر دیں۔

ہم تمام اسلامی اخبارات کو توجہ دلاتے ہیں۔ کہ وُہ اس بے ہودگی کے خلاف پُورے زور کے ساتھ آواز بلند کریں۔ اور پنجاب یونیورسٹی کو مجبُور کریں۔ کہ اس شدید بے احتیاطی پر جو مسلمانوں کے لئے نہایت ہی دل آزار اور تکلیف دہ ہے۔ نوٹس لے۔ اور آئندہ ایسے لوگوں کو ممتحن مقرر کیا جائے۔ جو اس قسم کی حرکات کے مرتکب نہ ہوں۔ اور مذہبی و قومی تعصّب کی بنا پر کسی کی دل آزاری اور [illegible] کا باعث نہ بنیں۔ اسی طرح وہ لوگ جو خواہ کسی قوم سے تعلق رکھتے ہوں اپنے ذاتی فوائد یا اغراض کے لحاظ سے اس قسم کی حرکات کا ارتکاب کریں۔ جو فتنہ کا موجب ہوں۔ انہیں بھی ممتحن نہ بنانا چاہیئے۔

ہندو مسلم مصالحت کے متعلق ہندوؤں کا رویہ

گاندھی جی جوں جوں ہندو مسلم سمجھوتہ کے متعلق الفاظ سے آگے بڑھ کر عمل کی طرف آ رہے ہیں۔ ہندو ان کے لئے سد راہ بن رہے ہیں۔ اور تو اور آریوں نے بھی انہیں یہ دھمکی دی ہے کہ۔

"آریہ سماج ہندوؤں کا ایک زبردست حصہ ہے۔ ملاپ کانفرنس میں اسے کیوں حصہ نہیں دیا گیا۔ یاد رہے۔ آریہ سماج کو پس پشت رکھ کر آپ کسی بھی ہندو مسلم سمجھوتہ کو کامیاب نہیں بنا سکتے"

جب سیاسی لحاظ سے آریہ سماج اور ہندو مہاسبھا میں کوئی فرق نہیں۔ اور آریہ بھی مہاسبھا میں شامل ہیں۔ تو پھر معلوم نہیں۔ ملاپ کانفرنس میں آریہ سماج کے لئے الگ حصہ طلب کرنا کیا مطلب رکھتا ہے۔ اس کی غرض محض یہ ہے۔ کہ ہر ایسی مجلس میں جو ہندو مسلم اتحاد کے لئے منعقد ہو۔ ہندو مختلف ناموں سے بکثرت شریک ہو کر اس قدر دباؤ ڈالیں۔ کہ گاندھی جی کو ان کے آگے ہتھیار ڈال دینے پڑیں۔ اور وہ مسلمانوں کے متعلق اپنے تمام قول و قرار بھول کر یا تو وہی کہنے لگیں۔ جو باقی ہندو کہہ رہے ہیں۔ یا پھر سیدان چھوڑ دیں۔

اس قسم کی علامات کسی خوشکن مستقبل کا پتہ نہیں دیتیں۔ اور ہندو مسلم اتحاد آج بھی ایسا ہی مشکل نظر آ رہا ہے۔ جیسا کہ مہابھائی اور آریہ سماجی ذہنیت [illegible] کی موجودگی سے پہلے نظر آتا تھا۔

انگلستان جانے والے ہندوستانی طلباء

اہل ہند کے لئے یہ نہایت ہی افسوسناک بات ہے۔ کہ برطانیہ میں سرکاری تحقیقات کی بناء پر یہ اعلان کیا گیا ہے۔ کہ حال میں ان بچوں کی تعداد بہت بڑھ گئی ہے۔ جو غیر ممالک سے آئے ہوئے طلباء کے ناجائز تعلقات سے برطانوی عورتوں کے ہاں پیدا ہوئے ہیں۔ اور خاص کر ہندوستانی طلباء کے تعلق سے۔ اس سے بھی زیادہ افسوسناک بات یہ ہے۔ کہ بعض [illegible] نے ہندوستانی طلباء کے ان شرمناک افعال پر طعن آمیز خوشی۔ اور فخر کا اظہار کیا ہے۔ اور سارا قصور برطانوی عورتوں کا قرار دیتے ہوئے ان نوجوانوں کے متعلق جنہوں نے بداخلاقی کا ثبوت دیا۔ اور جو اپنے ہونے کے لحاظ سے تنبیہ اور سرزنش کے زیادہ مستحق تھے۔ کسی قسم کے غم وغصہ کا اظہار نہیں کیا۔ یہ اخلاقی پستی کی انتہا ہے۔ جس کا ہر درد مند ہندوستانی کو احساس ہونا چاہیئے۔ اور انگلستان میں جانے والے ہندوستانی طلباء کی نگرانی اور خبر گیری کے لئے جلد سے جلد کوئی معقول انتظام کرنا چاہیئے۔ وہ نوجوان جو آوارگی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ نہ صرف یہ کہ والدین کے ہزاروں روپے برباد کرتے ہیں بلکہ ملک و قوم کے لئے بھی کوئی مفید کام نہیں کر سکتے۔

ایک عجیب فیصلہ

الہ آباد کی ایک خبر ہے۔ کہ ایک ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے ایک نہایت عجیب فیصلہ کیا ہے۔ معاملہ یہ ہے۔ کہ ایک شخص مسٹر سیتارام گھوش پلیڈر نے حکومت کی طرف سے عائد کردہ تعزیری ٹیکس ادا کر دیا لیکن گاندھی اروِن مفاہمت کے بعد جب یہ ٹیکس منسوخ کر دیا گیا۔ تو مسٹر موصوف نے اس کی واپسی کے لئے درخواست دی۔ اور دلیل یہ پیش کی۔ کہ مجھ جیسے وفادار جنہوں نے یہ ٹیکس ادا کر دیا تھا۔ انہیں تو واپس نہیں کیا جاتا۔ لیکن جنہوں نے کانگریس کی ہدایات کے مطابق یہ ٹیکس ادا کرنے سے انکار کیا تھا۔ ان سے کوئی پرسش نہیں کرتا۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے اس دلیل کی معقولیت کو تو تسلیم کیا۔ لیکن کہا وہ اس بارے میں کچھ نہیں کر سکتا۔

چونکہ یہ فیصلہ کانگرس کے لئے باعث فخر تھا۔ اس لئے آل انڈیا کانگرس کے صدر پنڈت جواہر لال نہرو نے بذاتِ خود اس کا ذکر کرنا ضروری سمجھا۔ اور انہوں نے ایک جلسۂ عام میں طعنہ زنی کرتے ہوئے کہا۔

"میں ان لوگوں کی بدقسمتی کا ذمہ دار نہیں ہوں۔ کیونکہ انہوں نے کانگرس کی ہدایات کے خلاف ٹیکس ادا کر دیا تھا۔"

صدر کانگرس کو تو یہی کہنا چاہئے تھا۔ لیکن افسوس اس عدالت پر ہے جس نے یہ کہنے کا موقعہ دیا۔ کیا اگر کانگرس نے پھر سول نافرمانی شروع کی۔ اور حکومت کے قوانین کا احترام کرنے سے انکار کر دیا۔ جیسا کہ خود گاندھی جی اس کا امکان بتا رہے ہیں۔ تو اس وقت اس قسم کی مثالیں گورنمنٹ کے مقابلہ میں کانگرس کا ساتھ دینے والوں کی تعداد میں اضافہ کا باعث نہ ہونگی۔

گاندھی جی تمام ہندوؤں کے لیڈر نہیں

گاندھی جی جب تک سب کچھ ہندوؤں کے لئے کہتے ہی نہ رہیں بلکہ کرتے بھی رہیں۔ اس وقت تک انہیں نہ صرف ہندوستان کا بلکہ تمام دنیا کا لیڈر اور راہ نما بتایا جاتا۔ اور ساری دنیا کا ان کو استاد قرار دیا جاتا ہے۔ لیکن جب ان کا مسلمانوں کے متعلق عملی طور پر کچھ کرنا تو الگ رہا۔ زبانی طور پر کچھ کہنا ہی ہندوؤں کے کانوں تک پہونچے وہ فوراً گاندھی جی کو لیڈری سے جواب دے دیتے ہیں۔

ہندو مسلم مفاہمت۔ کے متعلق گاندھی جی نے اس وقت تک کیا کیا ہے۔ صرف یہ کہ مسلمانوں کو خوش کرنے کے لئے چند نامکمل فقرات بیان فرما دیئے ہیں۔ جن کی حقیقت مسلمان اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ لیکن ہندو اسی پر نعل در آتش ہو رہے ہے اور گاندھی جی کی لیڈری سے اپنے آپ کو آزاد بتا رہے ہیں۔ چنانچہ ایک ہندو لیڈر مسٹر ایم سی آچاریہ نے اخبارات میں اعلان کرایا ہے۔

"اس میں شک نہیں۔ کہ ہم سب کو ہندو مسلم اتحاد کی ضرورت ہے۔ لیکن اتحاد ایسی شرائط پر ہو۔ جو دونوں فریقوں کے لئے قابل عزت ہوں۔ اس قسم کے شاعرانہ خیال میں پڑنے سے کچھ فائدہ نہ ہوگا کہ اکثریت کو چاہیئے۔ کہ اقلیت کے ساتھ فیاضی دکھائے یا اقلیت کو چاہیئے۔ کہ اکثریت پر اعتماد رکھے۔ گاندھی جی بلاشبہ ایک اعلیٰ ہستی ہیں۔ لیکن اب وہ تمام ہندوؤں یا تمام مسلمانوں کے لیڈر نہیں رہے خاص کر راسخ العقیدہ ہندو مذہبی معاشرتی اور فرقہ وارانہ معاملات میں گاندھی جی کی اطاعت کرنے کو تیار نہیں"

دراصل بات یہ ہے۔ کہ گاندھی جی اسی وقت تک لوگوں کے لیڈر اور مہاتما ہیں۔ جب تک ان کی خواہشات کی سیری کا سامان مہیا کرتے رہیں۔ لیکن جب ذرا بھی ان کی مرضی کے خلاف لب ہلائیں۔ پرے بٹھا دیئے جاتے ہیں۔ ایک سیاسی لیڈر کو خواہ وہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو۔ لوگوں سے اس سے زیادہ کی توقع بھی نہ رکھنی چاہیئے۔

ہندوؤں کے مسلمانوں پر تازہ مظالم

بنارس کے خونچکاں واقعات ابھی بالکل تازہ ہیں۔ کہ آگرہ اور ضلع مرزاپور کے دو مواضعات میں ہندوؤں نے مسلمانوں کو درندگی اور وحشت کا شکار بنا دیا۔ میڈیکل سکول آگرہ کے پاس ایک مسلمان کو ہندوؤں نے قتل کر دیا۔ گھاٹیہ اعظم خاں میں مسلمانوں کی تین دوکانوں کو لوٹ کر جلا دیا گیا۔ اور مقامات پر بھی مسلمانوں کے مکانات کو جلانے کی کوشش کی گئی۔ اسی طرح مرزاپور کے دو موضعوں میں گیارہ مسلمانوں کو ہندوؤں نے ہلاک کیا۔ اور ان کے مکانات جلا ڈالے۔

یہ سب کچھ ایک منظم طریق سے کیا گیا۔ اور مسلمانوں پر ثابت کر دیا گیا۔ کہ ان کی زندگی محض ہندوؤں کے رحم پر منحصر ہے۔ وہ اگر چاہیں۔ تو انہیں زندہ رہنے دیں۔ اور جب چاہیں معمولی سی بات کو بہانہ بنا کر انہیں موت کے گھاٹ اتار دیں۔

تعجب ہے۔ کہ اس وقت تک جبکہ کئی مقامات پر ہندو مسلمانوں پر نہایت دردناک مظالم کر چکے۔ اور اس قسم کے حادثات روز بروز بڑھ رہے ہیں کوئی ہندو لیڈر لب تک نہیں ہلاتا۔ اور سارے کے سارے ہندو بڑے سکون سے تماشہ دیکھ رہے ہیں۔ اگر اس قسم کے فسادات کسی سوچی سمجھی ہوئی سکیم کے ماتحت رونما نہیں ہو رہے۔ اور ان کے ذریعہ مسلمانوں کو مرعوب کر کے ان سے حسب منشاء شرائط تسلیم کرانا مقصود نہیں۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ ہندو لیڈر ان کے انسداد کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ اور اس طرح لاپرواہی ظاہر کر رہے ہیں۔ کہ گویا کچھ ہوا ہی نہیں۔

خلیفہ اور نظامِ سلسلہ کا احترام

از حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۲۰ مارچ سنہ ۱۹۳۱ء

سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

چونکہ مجھے برابر گلے کی تکلیف جاری ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی کچھ دنوں سے بخار کی بھی ہلکی سی حرارت رہتی ہے۔ اس لئے میں ڈاکٹری مشورہ کے ماتحت کوئی لمبی تقریر نہیں کر سکتا۔ میں آج صرف ایک ایسے اعلان کے متعلق جو ابھی میرے سامنے پیش ہوا ہے۔ کچھ بیان کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے متواتر جماعت کے دوستوں کو توجہ دلائی ہے۔ اور اس کے متعلق پہلے بھی کئی دفعہ کارروائی ہو چکی ہے۔ مگر باوجود اس کے بعض لوگ اپنے ذاتی اغراض اور اپنے ذاتی فوائد کو مدنظر رکھتے ہوئے سلسلہ کے فوائد اور سلسلہ کے اغراض کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ بات یہ ہے۔ کہ کسی صورت میں بھی

خلیفۂ وقت

کو عدالتوں میں گواہ کے طور پر نہیں بلانا چاہیئے۔ اوّل تو ہمارے مقدّمات ہماری عدالتوں میں ہی رہنے چاہئیں۔ اور انہیں اسی جگہ طے کر لینا چاہیئے۔ لیکن اگر کوئی مقدّمہ طے نہ ہو سکے۔ اور اس کے تصفیہ کے لئے عدالتوں میں جانا ہی پڑے۔ تو کبھی بھی خلیفۂ وقت کو عدالت میں نہ بلایا جائے۔ کیونکہ وہ اپنے عہدہ کے لحاظ سے اتنے وسیع تعلقات رکھتا ہے۔ کہ ہر شخص سے اس کا معاملہ ہوتا ہے۔ پس قطع نظر اس ادب اور احترام کے جو لوگوں کے دلوں میں اس کے متعلق ہوتا ہے۔ اور قطع نظر اس ادب اور احترام کے جو اس مقام پر کھڑا ہونے کی وجہ سے اسے حاصل ہوتا ہے اگر

عقلی طور پر

بھی اس بات کی اجازت دیدی جائے۔ تو سوائے اس کے کہ خلفاء روزانہ گواہیوں کے لئے کسی نہ کسی کچہری میں کھڑے ہوں۔ ان کا کوئی اور کام ہی نہیں رہ جاتا۔ دن بھر میں پندرہ بیس جھگڑے خلیفہ کے پاس ضرور آئیں گے۔ اور اس لحاظ سے وہ سارے معاملات میں گواہ بنایا جا سکتا ہے۔ پس اگر اس امر کی اجازت دیدی جائے۔ تو ایسا دروازہ کھل جاتا ہے۔ جس سے

سلسلہ کا تمام کام

تباہ ہو جاتا ہے۔ اور پھر ایسی گواہی کے لئے بلانا۔ جس میں کسی قسم کا فائدہ نہ ہو۔ وہ اور بھی زیادہ نہ صرف نقصان پہنچانے والا۔ اور سلسلہ کے نظام کو درہم برہم کر دینے والا ہے۔ بلکہ ادب اور احترام کے بھی بالکل خلاف ہے۔

میں نے پچھلے دنوں لوگوں کے

نکاح پڑھنے

بند کر دیئے تھے۔ اور یہ اسی لئے کہ اس وقت کسی نے میرا نام گواہی میں لکھا دیا تھا اس کے بعد سے میں صرف ایسے ہی نکاحوں کا اعلان کیا کرتا ہوں۔ جن کے متعلق مجھے یقین ہو جائے۔ کہ یہ عورت ایسی ہے۔ کہ خواہ اسے ساری عمر اپنے ماں باپ کے گھر بیٹھنا پڑے۔ یہ کوئی مقدمہ نہیں کرے گی۔ اور یہ مرد ایسا ہے خواہ اسے کتنا ہی نقصان اٹھانا پڑے۔ مجھے عدالت میں بطور گواہ پیش نہیں کرے گا۔ پس میں اس وقت سے سوائے ایسے مردوں اور عورتوں کے اور کسی کا نکاح نہیں پڑھایا کرتا۔ مگر آج مجھے اطلاع ملی ہے۔ کہ

ایک مقدّمہ میں

میری گواہی رکھی گئی ہے۔ اس کے متعلق سوائے شرارت اور منصوبہ بازی کے اور کوئی وجہ ذہن میں نہیں آ سکتی۔ میری گواہی اس میں صرف اتنی ہے۔ کہ ایک عورت نے مجھے لکھا۔ میرے معاملہ میں افسران متعلقہ توجہ نہیں کرتے۔ میں نے اس پر لکھ دیا۔ کہ توجہ کریں۔ پس اصل بات جو مجھ سے تعلق رکھتی ہے۔ صرف اتنی ہے۔ نہ مجھے یہ معلوم ہے۔ کہ کوئی وصیّت کی گئی تھی۔ یا نہیں۔ نہ مجھے کوئی اور واقعات معلوم ہیں۔ میں صرف اس بات کا مجرم ہوں۔ کہ میں نے ایک عورت کی شکایت سن کر افسران متعلقہ کو توجہ دلائی۔ کیا کوئی عقلمند بھی سمجھ سکتا ہے۔ کہ اس کے ساتھ مقدّمے کا کوئی تعلق ہے؟ ان حالات کو دیکھتے ہوئے خلفاء کے لئے اب دو ہی صورتیں باقی رہ جاتی ہیں۔ یا تو وہ کسی کی مظلومیّت کی طرف قطعاً توجہ نہ کیا کریں۔ کیونکہ انہوں نے جب کسی معاملہ کے متعلق لکھا کہ اس پر توجہ کی جائے۔ تو دوسرے انہیں گواہ بنا لیں گے۔ یا پھر یہ صورت ہے۔ کہ ایسے شریر آدمیوں کو

قرار واقعی سزا

دی جائے۔ پہلی بات پر تو کبھی عمل نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ خلافت کے معنے ہی یہ ہیں۔ کہ لوگوں کے حقوق کا خیال رکھا جائے اور زبردست کو زبردست کے ظلم سے بچایا جائے۔ اور اس امر کو نظر انداز کر دینے کے معنے یہ ہوں گے۔ کہ خلافت کو ہی باطل قرار دیا جائے۔ البتہ دوسری بات پر عمل کیا جا سکتا ہے۔ اور وہی ہے کہ ایسے شخص کو

جماعت سے نکال دینے کا اعلان

کر دیا جائے۔ جماعت کے معنے یہ ہیں۔ کہ ہم لوگ متفق ہو کر ایک اقرار کرتے ہیں۔ اور وہ یہ کہ ہم نظام سلسلہ کی مضبوطی کے لئے مل کر کوشش کرتے رہیں گے۔ لیکن وہ جو نظام سلسلہ کو توڑتا ہے۔ ہم ہر وقت اس بات کا حق رکھتے ہیں۔ کہ جب اسے نظام کا احترام نہیں تو ایسے شخص کی جماعت سے علیحدگی کا اعلان کر دیا جائے۔ لیکن

جماعت سے نکالنے کا مفہوم

احمدیت سے نکالنا نہیں ہوتا۔ احمدیت اعتقاد اور ایمان سے تعلق رکھتی ہے۔ یہ علیحدہ چیز ہے۔ ہو سکتا ہے۔ ایک شخص کو ہم جماعت سے نکال دیں۔ اور وہ احمدیّت پر قائم ہو۔ یہ ایک غلطی ہے۔ جو بعض لوگوں کو لگ جاتی ہے۔ پہلے بھی میں نے بیان کیا تھا۔ کہ اس قسم کا اخراج احمدیت سے اخراج نہیں ہوتا۔ ہم اس قسم کی کفر بازی کا سلسلہ جماعت احمدیہ میں جاری کرنا نہیں چاہتے۔ خلفاء تو کیا۔ در اصل انبیاء کو بھی اس قسم کا اختیار نہیں ہوتا۔ بلکہ در حقیقت اسلام سے خدا بھی نہیں نکالتا۔ بندہ ہی ہے۔ جو خود اپنے آپ کو اس سے نکال لیتا ہے جب ایک بندہ اپنے منہ سے کہتا ہے۔ کہ میں اللہ اور رسول پر ایمان لاتا ہوں۔ تو خدا تعالےٰ بھی یہی کہتا ہے۔ بہت اچھا۔ پس جماعت سے اخراج کا جو بھی اعلان ہو۔ وہ احمدیت سے اخراج کا مفہوم نہیں رکھتا۔ میں یہ تشریح کر دیتا ہوں۔ تا لوگ دھوکے میں نہ رہیں۔ اس کے معنے صرف یہ ہیں۔ کہ جس غرض کے لئے خلافت کو قائم کیا گیا ہے۔ اور جو عظیم الشان مقصد اس کا رکھا گیا ہے۔ کہ لوگ

ایک نظام کے ماتحت

آئیں۔ چونکہ وہ شخص اس میں اشتراکِ عمل کے لئے تیار نہیں ہوتا اس لئے وہ ہمارے ساتھ کام نہیں کر سکتا۔ ہم اسے جماعت سے علیحدہ کر دیتے ہیں۔ مگر احمدیت سے نہیں نکالتے۔ بلکہ نکال سکتے ہی نہیں۔ ہمارا احمدیت سے نکالنے میں کسی قسم کا اختیار نہیں ہے۔ میں ساتھ ہی اپنی جماعت کے دوستوں کو یہ نصیحت کرنی چاہتا ہوں۔ کہ وہ اپنے معاملات میں

عقل اور تدبیر

سے کام لیا کریں۔ درحقیقت جوش کے وقت ہی انسان کی عقل او اس کے ایمان اور اس کے تعلقات کی آزمائش ہوتی ہے۔ وہی وقت ہوتا ہے۔ جب پتہ لگتا ہے۔ کہ اس کا تعلق دین سے کس قدر ہے۔

ایک عورت کا ذکر

ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اسے دیکھا۔ کہ وہ اپنے مردہ بچہ پر رو رہی ہے۔ آپ نے اسے فرمایا۔ اے عورت صبر کر وہ کہنے لگی۔ جس کے بچے مر جائیں اسے ہی پتہ لگتا ہے۔ کہ بچوں کے مرنے کا کتنا صدمہ ہوتا ہے۔ آپ نے تو اسے نصیحت کرنی تھی۔ آگے اس کا اختیار تھا۔ چاہے مانتی یا نہ مانتی آپ اتنا فرما کر۔ کہ میرے تو کئی بچے فوت ہو چکے ہیں۔ وہاں سے چلدیئے۔ کسی نے اس عورت سے کہا۔ بے وقوف تجھے پتہ بھی ہے۔ یہ کہنے والا کون تھا۔ یہ تو محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے وہ یہ سنتے ہی بھاگی ہوئی آئی۔ اور آکر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا۔ یارسول اللہ میں نے صبر کیا۔ آپ نے فرمایا۔ صبر تو پہلے موقعہ پر ہی ہوتا ہے۔ رو دھو کر تو سب کو صبر آجاتا ہے کون ہے۔ جو ہمیشہ ہی روتا رہتا ہے۔ رونے والوں کو آخر ایک عرصہ کے بعد صبر آہی جاتا ہے۔

صرف ایک عورت

مشہور ہے۔ جس نے اپنے بھائی کو رونا شروع کیا۔ اور وہ پھر ساری عمر روتی رہی۔ اس کا نام خنساء تھا۔ وہ عرب کی مشہور شاعرہ گزری ہے۔ اس نے اپنے

بھائی کی یاد میں

نہایت دردانگیز مرثیے کہے ہیں۔ اور وہ ہمیشہ اس کا ذکر کر کے روتی رہی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی ایک دفعہ اس عورت کو بلایا۔ اور اس سے مرثیہ سنا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر بھی اتنا اثر ہوا۔ کہ آپ بھی رونے لگ گئے۔ کسی نے پوچھا۔ اپنے بھائی کی یاد اتنی آخر کیوں رکھتی ہو۔ کہنے لگی میرا خاوند اچھا امیر آدمی تھا۔ مگر جواری اور شرابی تھا۔ اس نے اپنی تمام دولت عیاشی میں لٹا دی۔ جب سب کچھ لٹا چکا۔ اور ہم سخت تنگ ہو گئے تو میں نے اسے کہا۔ آؤ ہم اپنے بھائی کے پاس چلیں۔ اور اس سے کہیں۔ کہ وہ ہماری مدد کرے۔ میں اپنے بھائی کے پاس گئی۔ اور اس نے اپنی

آدھی دولت

تقسیم کر کے مجھے دیدی۔ مگر تھوڑے دنوں کے بعد میرے خاوند نے وہ تمام دولت پھر شراب اور جوئے میں اڑا دی۔ اور پھر جب ہم تنگدست ہو گئے۔ تو میں نے کہا۔ چلو پھر اپنے بھائی کے پاس چلتے ہیں۔ میں جو وہاں گئی۔ تو اس نے پھر اپنی آدھی دولت مجھے دیدی۔ مگر میرے خاوند نے پھر دولت لٹا دی۔ خنساء کہتی ہے۔ میں نے پھر اس سے کہا۔ چلو پھر اپنے بھائی کے پاس چلیں اور جب میں سہ بارہ گئی۔ تو میری بھاوج نے میرے بھائی سے کہا یہ روز مال ضائع کر کے اور دولت لٹا کر آجاتے ہیں۔ انہیں تم کیوں مال دیتے ہو۔ مگر میرے بھائی نے اس کی بات نہ مانی۔ اور پھر اپنی آدھی دولت ہمیں دیدی۔ اور میری بھاوج سے کہا۔ تجھے کیا ہے۔ اگر میں مر گیا۔ تو تُو اور خاوند کر لے گی۔ مجھ پر اگر کوئی روئیگی تو یہ میری بہن ہی روئیگی۔ اور کون مجھ پر نوحہ کریگا۔ پس اگر میں ایسے

فیّاض اور نیکدل بھائی

کو یاد نہ کروں۔ تو اور کسے کروں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بھائی بھی اسلام کی راہ میں شہید ہو چکے تھے۔ اور آپ کو بھی اپنے بھائی کا سخت صدمہ تھا۔ آپ نے خنساء کے مرثیوں کو سنکر کہا۔ کہ مجھے شعر کہنا آتا۔ تو میں بھی اپنے بھائی کا مرثیہ کہتا۔ مگر معلوم ہوتا ہے وہ عورت بہت ذہین تھی۔ کہنے لگی۔ جو

مبارک موت

آپ کے بھائی کو نصیب ہوئی۔ اگر اسی طرح میرا بھائی بھی شہید ہوتا تو میں تو کبھی اس کا مرثیہ نہ کہتی۔ تو

جوش کے وقتوں میں

ہی انسانی تعلقات کا اندازہ ہوتا ہے۔ یہ میں نے ایک مثال بتائی ہے۔ جو وفاداری کی مثال ہے۔ اگرچہ اسلام نے اس قسم کے رونے کو بھی پسند نہیں کیا۔ صرف خاوند والی عورت کے لئے ایک مدّت رکھدی ہے۔ اور کہدیا ہے۔ اس سے زیادہ سوگ نہیں کرنا چاہیئے وگرنہ باقیوں کے لئے تو تین دن سے زیادہ سوگ کبھی پسند نہیں کیا۔ اس کے بعد

سینے کے جوش

ٹھنڈے ہو جاتے ہیں۔ صرف مصنوعی ذرائع سے انہیں بعد میں تیز کیا جاتا ہے۔ تو وہ جوش جو چند دنوں کے بعد خود بخود ٹھنڈے ہونے والے ہوں۔ اگر ان میں بھی انسان

اپنے نفس پر قابو

نہ رکھے۔ تو کس قدر افسوس ہوگا۔ میں نے بیسیوں آدمیوں کو دیکھا ہے۔ وہ ایک دوسرے سے لڑتے ہیں اور پھر کہتے ہیں۔ اس شخص سے تو میری صلح بالکل ناممکن ہے۔ مگر تھوڑے ہی دنوں کے بعد ان دونوں میں پھر محبت قائم ہو جاتی ہے۔ اور میں جب ان سے کہتا ہوں۔ بتاؤ۔ تم تو کہتے تھے۔ میری اس سے بالکل صلح نہیں ہو سکتی پھر کسطرح صلح ہو گئی۔ تو وہ یہی جواب دیتے ہیں۔ کہ وہ تو غصے کی بات تھی۔ اب غصہ جاتا رہا۔ تو یہ جلدبازی ہوتی ہے۔ کہ جوش کے وقت انسان اپنے نفس پر قابو نہ رکھ سکے۔ احمدیت ہمیں یہی سکھاتی ہے۔ کہ ہم جوش کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھیں اور اگر ہم اسی

لڑکے سے سبق

حاصل کرلیں۔ جس سے ایک دفعہ میں نے سبق سیکھا تھا۔ تو یہ بھی اچھی بات ہے۔ میں چھوٹا تھا۔ ہماری ایک کشتی تھی۔ بعض لڑکے ہماری عدم موجودگی میں اس کشتی کو پانی میں لے جاتے۔ اور ایسی بری طرح استعمال کرتے۔ کہ اسے نقصان پہنچ جاتا۔ آخر اس کشتی میں ٹوٹ جانے کی وجہ سے پانی آنے لگا۔ مجھے بڑا غصہ تھا۔ میں اپنے ہمجولیوں سے کہتا رہتا۔ کہ مجھے ایک دفعہ وہ لڑکے پکڑ دو۔ جو اس کشتی کو خراب کر دیتے ہیں۔ پھر میں انہیں خوب سزا دونگا۔ خیر وہ نہ پکڑے گئے اور کشتی برابر خراب ہوتی چلی گئی۔ اور میرا غصہ بھی بڑھتا گیا۔ ایکدن انہیں ہمارے ساتھیوں میں سے کسی لڑکے نے کشتی پر سوار دیکھ لیا۔ اور اس نے آکر مجھے اطلاع دی۔ کہ چلیں اب موقعہ ہے۔ میں گیا۔ وہ لڑکے احمدی تو نہیں تھے۔ مگر ہماری ریاست کی وجہ سے مجھ سے ڈرتے تھے۔ انہوں نے جونہی مجھے دیکھا۔ ڈر کر بھاگ گئے۔ صرف ایک لڑکا پکڑا گیا۔ مجھے غصہ تھا۔ میں نے اسے مارنے کے لئے زور سے جو اپنا ہاتھ اٹھایا۔ تو بجائے اس کے کہ وہ مقابلہ کرتا۔ اس نے جھٹ اپنا منہ میرے سامنے کر دیا۔ اور پنجابی میں کہا "اچھا جی مار لئو" اس کا یہ کہنا تھا۔ کہ معاً میرا ہاتھ شل ہو گیا اور میرا سارا غصہ جاتا رہا۔ بلکہ بعد میں میں نے اپنے نفس میں ندامت محسوس کی۔ تو اگر اسی طرح ہماری جماعت میں لڑنے والوں کو ظلم کرنے والوں کو، اور دوسروں پر تعدی کرنے والوں کو یہ سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ وہ اس طریق کو چھوڑ دیں۔ تو کم از کم

ہمارے مظلوم

ہی اس طریق کو اختیار کریں۔ چند ہی دنوں میں دیکھ لیں گے۔ کہ کس طرح آپس میں صلح قائم ہو جاتی اور عداوت دور ہو جاتی ہے۔ اگر کوئی گالیاں دے رہا ہے۔ تو آگے سے یہ بھی لال پیلی آنکھیں نہ نکالے۔ بلکہ کہے۔ اگر تم احمدیت کی تعلیم پر عمل نہیں کرتے۔ تو نہ سہی۔ میں

احمدیت کی تعلیم

کو نہیں چھوڑ سکتا۔ تمہاری گالیوں کے مقابل پر میں کوئی گالی دینے کے لئے تیار نہیں۔ اسی طرح اگر کوئی مارنے لگے۔ تو کہو۔ مار لو مگر میں تم پر ہاتھ نہیں اٹھاؤں گا۔ ہاں یہ ضرور یاد رہے۔ کہ یہ طریق اپنوں کے لئے ہے۔ دشمنوں کے لئے نہیں۔

حضرت مسیح ناصری کی تعلیم

صرف یہ ہے۔ کہ دشمن کا مقابلہ نہ کیا جائے۔ اور اگر کوئی ایک گال پر تھپڑ مارے۔ تو دوسرا بھی پیش کر دیا جائے۔ مگر دشمنوں کے سامنے اس قسم کی تعلیم ہر وقت کام نہیں آتی۔ ہاں دوستوں پر یہ تعلیم نہایت گہرا اثر کرتی ہے۔ البتہ دل میں کینہ بٹھانے والا چونکہ اس طریق سے متاثر نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اس کے لئے

سزا کا طریق

بھی جاری کیا گیا ہے۔ اگر حضرت مسیح ناصری سزا کا طریق بھی جاری کرتے تو کون انسان ان کی اس تعلیم کی خوبی سے انکار کر سکتا۔ مگر انہوں نے صرف ایک پہلو پر زور دیا۔ پس ہم یہ نہیں کہتے۔ کہ حضرت مسیح کی تعلیم کسی جگہ بھی کارآمد نہیں۔ بلکہ ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ یہ جزو ہے کل کا۔ اسلام نے کل پیش کیا ہے۔ مگر حضرت مسیح نے اس کا ایک جزو پیش کیا۔ پس ہمارا اعتراض تعلیم کی خوبی پر نہیں ہے۔ بلکہ یہ ہے۔ کہ یہ تعلیم ہر جگہ کام آنے والی نہیں۔ اپنی جگہ بے شک یہ

ایک مفید تعلیم

ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی فتح اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی فتح اور ان تمام انبیاء کی فتح جن کی تاریخیں محفوظ ہیں۔ اور جن پر ایمان لانا ہمارے فرائض میں داخل ہے۔ حلم۔ بردباری۔ محبت اور پیار سے ہی ہوئی۔ ایک دفعہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس

میں ایک شخص آیا۔ اور آپ کو آتے ہی گالیاں دینے لگ گیا۔ اور جب خوب گالیاں دے چکا اور بیٹھ گیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ تسلی ہو گئی یا کچھ اور بھی باقی ہے۔ اسی طرح ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام لاہور تشریف لے گئے تھے۔ وہاں رستہ میں ایک شخص نے آپ کو دھکا دیدیا۔ لوگ اس کو مارنے لگے۔ مگر آپ نے فرمایا۔ نہیں اسے کچھ نہ کہو۔ اس نے تو اپنے اخلاص سے ہی دھکا دیا۔ وہ دراصل مدعی نبوت تھا۔ آپ نے فرمایا اس نے سمجھا ہے۔ کہ ہم ظالم ہیں اور اس کا حق مار رہے ہیں۔ اس لئے اس نے دھکا دیدیا۔

پیمبر اسنگھ

جو یہاں آیا کرتے تھے۔ ان کا وہ بھائی تھا۔ وہ سنایا کرتے تھے کہ میرا بھائی بعد میں ساری عمر شرمندہ رہا۔ اور کہتا تھا۔ مجھ سے سخت غلطی ہوئی۔ کہ میں نے حضرت مرزا صاحب کو دھکا دیا۔ تو

اخلاقی نمونہ

اور محبت کا اثر تو پاگلوں پر بھی ہو جاتا ہے۔ صحیح عقل والوں پر کیوں نہ ہوگا۔ ہمارے بہت سے جھگڑے آسانی سے آپس میں طے ہو سکتے ہیں سرکاری عدالتوں میں جانیکی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ بلکہ سلسلہ کی عدالتوں میں بھی ہمیں جانا نہیں پڑتا۔ بشرطیکہ ہم انہیں خود سلجھا لیں۔ پھر ہمارے پاس اتنی دولت ہی کہاں ہے۔ جس کے متعلق اپنے جھگڑے عدالتوں

میں لے جایا کریں۔ اور وہ دولت جو ایمان اور سلسلہ کے نظام سے علیحدہ کر دینے والی ہو۔ وہ تو

جہنم کی آگ

ہے۔ دولت نہیں۔ مگر میں کہتا ہوں۔ ہمارے پاس دولت ہے ہی کہاں ہماری ایک کنگال جماعت ہے۔ ہمارے امراء بھی دوسرے امراء کے مقابلہ میں غریب ہیں۔ مجھے حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کی ایک بات ہمیشہ یاد رہتی ہے۔ آپ سے کسی نے کہا۔ آپ کی جماعت میں تو بڑے بڑے امراء ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ مجھے تو کوئی نظر نہیں آتا۔ اور حقیقت بھی یہی ہے۔ کہ ہماری جماعت کے امراء کی دوسری جماعتوں کے امراء کے مقابلہ میں کچھ بھی حقیقت نہیں۔ بلکہ وہ تو ایسوں کو نوکر رکھ سکتے ہیں۔ جب ہماری جماعت کی یہ حالت ہے۔ تو آپس میں لڑنا جھگڑنا اور مقدمات کرنا اور ان کو لمبا کرنا کتنی سخت حماقت ہے۔

نرمی۔ محبت اور عفو

سے کام لینا چاہیئے۔ ورنہ پھر نہ نظام سلسلہ کا کوئی فائدہ ہو سکتا ہے۔ نہ ایمان کا کوئی فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔ اور نہ ہی جماعت میں شامل ہونے سے کوئی فائدہ مترتب ہو سکتا ہے۔ اگر ہمارے اخلاق اچھے نہ ہوں۔ بلکہ ہم درندے بنے ہوئے ہوں۔ تو ہمیں جماعت میں داخل ہونے سے کیا فائدہ۔ پس علاوہ اس کے کہ میں اعلان کرتا ہوں۔ کہ میں

نظام سلسلہ کی بغاوت

کو قطعاً برداشت نہیں کر سکتا۔ (میں ہمیشہ عفو سے کام لیا کرتا ہوں۔ مگر ایسے موقع پر عفو کرنا سلسلہ سے دشمنی کرنا ہوتا ہے) نصیحت کرتا ہوں۔ کہ عدالتیں چھوڑ ہمارے مقدمات قضا میں بھی نہیں آنے چاہئیں۔

مومن کا جج

تو اس کا دل ہوتا ہے۔ پھر ہمارے دل سے بڑھکر اور کونسا جج فیصلہ کر سکتا ہے۔ کہتے ہیں۔ ایک بزرگ کو قاضی القضاۃ بنا دیا گیا۔ دوست مبارکباد دینے آئے۔ تو دیکھا۔ کہ وہ رو رہے ہیں۔ انہوں نے کہا۔ یہ رونے کا کونسا مقام ہے۔ آپ خوش ہوں۔ کہ آپ کو قاضی بنا دیا گیا۔ انہوں نے جواب میں کہا۔ اس سے بڑھکر رونے کا اور کونسا مقام ہو سکتا ہے۔ کہ مدعی کو بھی پتہ ہوگا۔ کہ حقیقت کیا ہے۔ اور مدعا علیہ کو بھی پتہ ہوگا۔ کہ حقیقت کیا ہے۔ وہ دونوں سوجا کھے ہونگے۔ مگر مجھے کچھ بھی پتہ نہ ہوگا۔ میں ایک اندھا ہونگا۔ اور انکے درمیان فیصلہ کروں گا۔ کیا یہ

رونے کا مقام

نہیں ہے؟ تو دوسرا جج تو کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتا۔ اگر انسان ایمان کی آنکھ سے دیکھے۔ تو اسے کسی جج کی ضرورت نہیں رہتی۔ میں نے یہ واقعہ کسی تاریخ میں تو نہیں دیکھا۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے سنا ہے آپ فرماتے تھے۔

ایک صحابی

اپنا گھوڑا بیچنے نکلے۔ انہوں نے اس کی قیمت دوسو یا تین سو دینار بتائی۔ دوسرے صحابی جو اس گھوڑے کو خریدنا چاہتے تھے۔ کہنے لگے میرے اندازہ میں یہ گھوڑا زیادہ قیمت کا ہے۔ پس میں اس سے زیادہ قیمت دونگا۔ بیچنے والے کہیں۔ کہ میں اپنے حق سے زائد نہیں لے سکتا۔ میں اتنی ہی لونگا۔ یہ وہ لوگ تھے جو

اخلاق کا صحیح نمونہ

تھے۔ مومن کو کوشش کرنی چاہیئے۔ کہ بجائے اس کے کہ دوسرے کا حق مارنے کی کوشش کرے دوسرے کا حق دینے کی کوشش کرے۔ بلکہ اگر کوئی ہم سے اپنا حق لینے کا مطالبہ کرے۔ تو ہم اس پر ناراض ہوں۔ اگر ہم اس روح کو اپنے اندر پیدا کرلیں تو ہماری جماعت کے اندر کبھی جھگڑے اور فسادات پیدا نہ ہوں۔ اور اب تو ہماری جماعت

روحانی بلوغت

کو پہنچ چکی ہے۔ اب ہمارے اندر قربانی کا زیادہ مادہ ہونا چاہیئے۔ اور اپنے جھگڑوں اور فسادات کو جس حد تک کم ہو سکیں۔ کم کرنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ کہ ہم اس کے حکموں پر عمل کریں۔ اور ہمارے اندر نیکی تقویٰ اور صلاحیت کی روح پیدا ہو۔ اور جھگڑے اور فسادات ہمارے اندر سے دور ہو جائیں۔

دوسرا خطبہ

حضور جب دوسرے خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے تو ایک صاحب نے کھڑے ہو کر دریافت کیا۔ حضور جس شخص کے جماعت سے اخراج کا حضور نے اعلان کیا ہے۔ اس کا نام کیا ہے؟ اس پر کسی نے انہیں کہدیا خطبے میں نہیں بولنا چاہیئے۔ حضور نے اس پر مسکراتے ہوئے فرمایا۔

ایک پرانا لطیفہ تھا۔ وہی اب ہو گیا۔ خطبے میں بولنا منع ہے مگر ایک صاحب بول ہی پڑے جس شخص کا میں نے ذکر کیا ہے۔ اس کا نام الفضل کے بورڈ پر لکھا جا چکا ہے۔ (بعد میں یہ صاحب مقدمہ واپس کر کے معافی مانگ چکے ہیں۔ اس وجہ سے نام لکھنے کی ضرورت نہیں) یہ صاحب جو بول رہے ہیں ان کی عادت ہے۔ کہ ایسے موقعہ پر اپنے نفس کو قابو میں نہیں رکھ سکتے۔ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی تلاشی کا واقعہ سنا رہے تھے۔ یہ تلاشی پنڈت لیکھرام کے واقعۂ قتل کے سلسلہ میں سپرنٹنڈنٹ پولیس گورداسپور نے لی تھی۔ آپ نے فرمایا سپرنٹنڈنٹ پولیس ایک چھوٹے دروازہ میں سے گذرنے لگا تو اس کے سر کو سخت چوٹ آئی اور سر چکرا گیا۔ ہم نے اسے دودھ پینے کو کہا۔ لیکن اس نے انکار کیا۔ کہ اس وقت میں تلاشی کیلئے آیا ہوں۔ اور یہ میرے فرض منصبی کے مخالف ہوگا۔ اس پر یہی صاحب جواب بولے ہیں جھٹ بولے۔ حضور اس کے سر سے خون بھی نکلا تھا یا نہیں۔ حضرت صاحب نے ہنستے ہوئے فرمایا۔ میں نے اس کی ٹوپی اتار کر نہیں دیکھی تھی۔

خیر تو خطبے میں بولنا منع ہے۔ مگر لطیفہ یہ ہے۔ کہ خطبے میں ہی ایک دوسرے صاحب نے انہیں نصیحت کر دی ہے۔ کہ خطبے میں بولنا نہیں چاہیئے۔ یہ ویسی ہی بات ہے جیسے کہتے ہیں۔ کہ کہیں جماعت ہو رہی تھی۔ ایک شخص آیا۔ اور کہنے لگا السلام علیکم۔ نماز پڑھتے پڑھتے ہی ایک شخص کہہ اٹھا وعلیکم السلام۔ دوسرا کہنے لگا تمہیں پتہ نہیں۔ نماز میں بولنا منع ہے۔ پھر تو نے سلام کا جواب کیوں دیا۔ تو خطبے میں بولنا بھی منع ہے۔ اور بولنے کو منع کرنا بھی منع ہے۔ بعد میں منع کیا جا

غیر مذاہب

بُدھ مَت

ایک زمانہ میں بدھ مذہب نے بہت ترقی حاصل کر لی تھی۔ اگرچہ اب وہ حالت نہیں۔ لیکن پھر بھی بعض مشرقی ممالک میں اس مذہب کے پیرؤوں کی تعداد کافی ہے۔ اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کے عقائد اور تعلیمات وغیرہ کے متعلق ضروری معلومات بہم پہنچائی جائیں

دراصل یہ مذہب کوئی مکمّل اور جامع مذہب نہیں۔ بلکہ صرف اخلاق انسانی کے متعلق اصول بیان کرتا ہے۔ اس کا بانی کون تھا۔ اور اسے ایک نئے مذہب کی بنیاد رکھنے کی کسطرح تحریک ہوئی۔ یہ ایسی باتیں ہیں۔ کہ ان پر کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ بدھ مذہب کے عقیدہ کے مطابق جہالت اور بے علمی ہی انسان کی تمام مصائب اور دکھوں کا موجب ہے۔ اور یہی تمام برائیوں اور خرابیوں کی جڑ ہے۔ اس مذہب میں اس تمام کائنات عالم کو ایک غیر متبدل قانون کے مطیع تو مانا گیا ہے۔ لیکن اس قانون کے پیچھے کسی مقنن یا خدا کی ہستی تسلیم نہیں کی گئی۔ اسی طرح گناہ کی سزا۔ اور ثواب کی جزا۔ کے اصول کو تسلیم کر کے اس پر زور دیا ہے۔ مگر کوئی سزا اور جزا دینے والا ظاہر نہیں کیا گیا۔ اس مذہب کے بانی نے اور اس کے دھرم شاستروں میں اس بات پر خاص زور دیا گیا ہے۔ کہ اس دنیا میں عاقبت کی بہتری یا راحتوں کے حصول کی غرض سے دیوتاؤں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے یگ اور ہون وغیرہ رسومات ادا کرنا جیسا کہ ہندوؤں میں دستور ہے۔ بالکل فضول۔ لغو اور بے سود حرکات ہیں۔ ان سے کوئی فائدہ حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ اس کی بجائے فلاح وبہبود کا راستہ یہ ہے۔ کہ انسان اپنے حواس اور جذبات پر پورا پورا قابو اور تصرف حاصل کر کے اپنی زندگی کو پاک بنائے۔

بُدھ مذہب کے بانی نے ہندوؤں کے اعتقادات کے صریح خلاف اس بات پر زور دیا ہے۔ کہ ہر انسان خواہ وہ کسی اعلیٰ اور معزز خاندان سے تعلق رکھتا ہو۔ یا کسی ادنیٰ اور معمولی گھرانے سے۔ یا براہمن ہو۔ یا شودر خدا تعالیٰ کا گیان حاصل کر سکتا ہے۔ مہاتما گوتم بُدھ نے اہنسا پرم دھرم کے اصول پر جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ کسی جاندار کو ایذا نہ پہنچانا ہی سب سے اعلیٰ دھرم ہے۔ بہت زور دیا ہے۔ اور اس خیال سے کہ کسی جاندار کی جان ضائع نہ ہو۔ آپ نے اپنے پیرؤں کو ہدایت کی ہے۔ کہ وہ ہمیشہ آنکھیں نیچی کر کے راستہ دیکھ کر چلیں۔ بغیر چھاننے کے پانی نہ پئیں۔ اور اندھیرے میں کھانا نہ کھائیں اس کے علاوہ آپ نے زناکاری۔ جھوٹ بولنا۔ کسی کی چیز پر زبردستی قبضہ کر لینا۔ اور نشہ آور چیزوں کے استعمال کی ممانعت کی ہے۔ ان ہدایات کے علاوہ اور کوئی خاص تعلیم نہیں دی۔ ہاں ان خاص معتقدین کو جو بھکشو یعنی سنیاسی کہلاتے تھے۔ پھولوں اور دیگر خوشبودار چیزوں کا استعمال۔ ناچ رنگ۔ اور تماشے وغیرہ دیکھنے اور سونے چاندی کے استعمال کی ممانعت کی ہے اور زمین پر چٹائی بچھا کر سونیکا حکم دیا ہے۔ مرد اور عورت کو ایک دوسرے کے متعلق جو تعلیم دی گئی۔ وہ بھی اس وقت کے لحاظ سے بہت اہم تھی۔ مرد کے لئے حکم ہے۔ کہ اپنی بیوی کو عزت کی نگاہ سے دیکھے۔ اس سے محبت اور نرمی کا سلوک کرے۔ اس سے بیوفائی نہ کرے۔ اور اس کے لئے اشیاء ضروری مہیا کرے۔ اسی طرح عورت کے لئے خاوند کی عزت اور مال اسباب نیز اپنی عفت وعصمت کی حفاظت لازمی قرار دی گئی ہے۔

ان اصول کو دیکھکر جو آپ نے انسانی اخلاق کی درستی کیلئے پیش کئے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ ایک اچھی تعلیم ہے۔ لیکن کہنا پڑتا ہے۔ کہ یہ روحانیت کے متعلق رہنمائی نہیں کرتی۔ جس کی وجہ یہی ہو سکتی ہے۔ کہ اس زمانہ میں عقل انسانی ان نکات معرفت کو سمجھنے کے لئے تیار نہ تھی۔ جو بعد میں خدا تعالیٰ کے فرستادوں نے اور خاص کر بانی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیش کئے۔ پس حضرت بدھ نے نہایت وہ اور اس قدر سادہ طور پر کہ اب وہ خیالات حقیقت سے بہت پیچھے معلوم ہوتے ہیں۔ لوگوں کو مخاطب کیا۔ ممکن ہے۔ زمانہ کی دست برد نے بھی اس میں تغیّر و تبدّل پیدا کر دیا ہو۔ تاہم ان کے جو نقوش موجود ہیں وہ سادگی کا ہی اظہار کرتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے بتایا۔ انسان کی ہستی انسان ہی کے خیالات کا نتیجہ ہے۔ اس کی بنیاد بھی انسان کے خیالات پر ہے۔ انسان خود ہی برائی کرتا ہے۔ اور خود ہی اس کے نتائج بھگتتا ہے۔ وہ خود ہی برائی سے باز رہتا ہے۔ اور خود ہی پاک بنتا ہے کوئی اسے پاک نہیں کر سکتا۔

سب سے پہلے راجہ اشوک کے زمانہ میں بدھ دھرم کے گرنتھ اس مذہب کے ماننے والوں کی ایک بہت بڑی کانفرنس میں تالیف ہوئے۔ ان میں اس بات کا ثبوت بہم پہنچانے کی کوشش کی گئی۔ کہ بدھ مذہب ابتدا سے ہی کسی علیحدہ خدا کی ہستی کا منکر ہے۔ لیکن اشوک کے نصب کردہ کتبے جو دستیاب ہوئے ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ بدھ مذہب کے پیرو خدا تعالیٰ کی ہستی پر یقین رکھتے تھے۔

اس مذہب کی بنیاد چھ سو برس قبل مسیح رکھی گئی تھی۔ جسپر اب قریباً چوبیس سو سال گزر چکے ہیں۔ کہا جاتا ہے۔ دنیا میں اسوقت قریباً پچاس کروڑ لوگ اس کے ماننے والے ہیں۔ نیپال۔ تبت۔ تاتار۔ سیام۔ برہما۔ سیلون کے علاوہ چین اور جاپان میں بھی یہ مذہب اس وقت رائج ہے۔

بدھ مذہب کے اس سرسری مطالعہ سے یہ امر بخوبی واضح ہو جاتا ہے۔ کہ اسلام سے قبل کے بہترین اور نہایت ضروری ومفید مذاہب کو بھی کامل مذہب نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ ان میں سے کسی کو دیکھو۔ وہ اگر ایک پہلو کو عمدگی سے پیش کرتا ہے۔ تو دوسرے اس سے بھی زیادہ ضروری پہلو کو نظر انداز کر دیتا ہے۔ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے۔ جس نے انسان کے سامنے ایک ایسا جامع اور مکمّل قانون پیش کیا ہے۔ جو اسے دنیاوی زندگی میں مطمئن کرنے کے لئے اگر مفید رہنمائی کر رہا ہے۔ تو ساتھ ہی اسے نہایت کامیابی سے خدا تعالےٰ تک بھی پہنچا دیتا ہے۔

کہا جاتا ہے۔ مہاتما بدھ کا قاعدہ تھا۔ کوئی شخص ان کے آگے کھانے کے لئے جو کچھ رکھ دیتا۔ آپ بلا چون وچرا کھا لیتے۔ اپنی زندگی کے آخری دنوں میں آپ ایک گاؤں میں ایک ٹھٹھیرے کے باغ میں ٹھہرے۔ جس کا نام چنڈ تھا۔ اس نے چاول کی روٹیاں اور سور کا گوشت لاکر آپ کے پیش کیا۔ آپ نے اس خیال سے کہ اگر میں نے انکار دیا۔ تو اس شخص کی دل شکنی ہوگی۔ گوشت کھا لیا۔ مگر چونکہ عمر بھر کبھی نہ کھایا تھا۔ اور یہ پہلا ہی موقعہ تھا۔ اس لئے پیٹ میں سخت درد اٹھا۔ اور پیچش کا شدید حملہ ہوا۔ اسی حالت میں آپ کوشی نگر میں چلے گئے۔ یہ ٹھیک طور پر معلوم نہیں۔ کہ یہ کوشی نگر کہاں واقع تھا۔ مگر قیاس ہے۔ کہ ضلع چمپارن کے شہر سرون سے ۱۳ میل کے فاصلے پر جانب شمال واقع تھا۔ یہاں آپ نے اپنے ایک مقرب خادم کو وصیّت کی۔ کہ میری لاش کو نئے کپڑے میں لپیٹ کر دھنی ہوئی روئی سے ڈھک دینا۔ اور پھر تیل کے بھرے ہوئے برتن میں ڈبو کر چتا پر رکھ دینا۔ اور راکھ کو کسی کھلی جگہ میں دفن کر کے اس پر سمادھی بنا دینا۔ مگر یہ یاد رہے۔ اس راکھ یا سمادھی کی پرستش کرنے والا اپنی نجات کے راستہ کو خود بند کرے گا۔ اسی طرح آپ اپنے بھکشوؤں کو وعظ ونصیحت کرتے ہوئے فوت ہو گئے۔ وفات کے وقت ان کی عمر اسی برس کی بتائی گئی ہے۔ کپل وستو سے گیارہ میل جنوب کی طرف پپروا نامی گاؤں میں ایک سمادھی کے نیچے چار فٹ لمبے اور دو فٹ چوڑے پتھر کے بنے ہوئے ایک صندوق میں لکڑی کا ایک برتن ملا ہے اس برتن میں سنگ مرمر کی بنی ہوئی ایک بڑی اور پتھر کی بنی ہوئی پانچ چھوٹی چھوٹی کٹوریاں ہیں۔ جن میں چند ایک ہڈیاں۔ سونے کے تار۔ موتی۔ اور کچھ دوسری قسم کے جواہرات ہیں۔ اور ایک کٹوری پر لکھا ہوا ہے۔ کہ یہ استخوان مہاتما بدھ کی چتا کی راکھ سے چن کر رکھی گئی ہیں۔

مہاتما بدھ آخری وقت تک اپنے شاگردوں کی تعلیم وتربیت میں مصروف رہے۔ اور انہیں امن وامان اور نیکی کے ساتھ زندگی بسر کرنے کی تلقین کرتے رہے۔ وفات سے کچھ عرصہ پیشتر ایک شاگرد نے آپ سے کہا۔ آپ جیسا کامل انسان نہ پہلے کوئی ہوا۔ اور نہ آئندہ ہوگا۔ مگر آپ نے جواب دیا۔ کہ یہ مبالغہ ہے۔ تم ان بزرگوں کے مقام کو سمجھ ہی نہیں سکتے جو مجھ سے پہلے گزر چکے۔ یا آئندہ آئیں گے۔ لاعلمی کی وجہ سے تم میری

مراسلات

ریاست کشمیر میں تاجروں کے حقوق

سری حضور مہاراجہ صاحب بہادر کشمیر کے ہاں فرزند تولد ہونے کی خوشی میں ریاست بھر میں کون ایسا فرد ہوگا جس نے قلبی مسرت محسوس نہ کی ہو۔ ریاست کے تمام امیر و غریب اس مبارک تقریب میں اپنی اپنی حیثیت کے مطابق شریک ہیں۔ اور ہر کونے سے مبارکباد کی صدائیں اٹھ رہی ہیں جس سے رعایا کی محبت و عقیدت اور تعلق کا اظہار ہوتا ہے۔ اور یہ اس بات کا ثبوت ہے۔ کہ رعایا کس قدر انس ریاست اور والی ریاست کے ساتھ رکھتی ہے۔ مہاراجہ صاحب بہادر کا برقی پیغام جو اس موقعہ پر حضور والا نے اپنی رعایا کے نام فرانس سے بھیجا ہے اور جو ہمیشہ ہمیش رعایا کے لئے باعث فخر رہیگا۔ ظاہر کرتا ہے کہ حضور کو اپنی رعایا سے کس قدر انس اور محبت ہے۔

ریاست کے ہر مذہب و ملت اور ہر پیشہ کے لوگ حضور ممدوح سے اپنی عقیدت کا اظہار کر چکے اور کر رہے ہیں۔ اور ہر دل خوشی سے لبریز ہے۔ میں بھی اس خوشی کے موقعہ پر حضور مہاراجہ بہادر کی خدمت میں مبارکباد عرض کرتا ہوں۔ میں یقین رکھتا ہوں۔ کہ اس خوشی کے موقعہ پر ریاست میں بہت سی نئی اصلاحات رائج ہو کر رعایا کی خوشحالی اور خوش نصیبی کا باعث ہونگی۔

اس موقعہ پر جبکہ اراکین ریاست اہم امور ریاست پر غور فرما رہے ہونگے۔ ان کی توجہ چند نہایت ضروری باتوں کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ ملک بھر میں تجارت کی جو کساد بازاری ہے۔ اس سے ہر فرد بخوبی آگاہ ہے۔ اور جو مصائب تاجروں کو پیش آ رہے ہیں وہ اپنی نظیر آپ ہی ہیں۔ یہ صرف ہمارے ہی ملک کی حالت نہیں بلکہ امریکہ جرمنی فرانس انگلینڈ وغیرہ تمام ممالک میں تجارت بگڑ گئی ہے۔ خدا ہی جانتا ہے۔ اس کا کیا انجام ہو۔ لیکن امید ہے حالات ہمیشہ ایسے ہی نہ رہیں گے۔ دنیا بھر کی تجارت خراب ہونے سے ہر ملک کے تاجر اور لیڈر متفکر ہیں۔ حکومت کی طرف سے انہیں ہر قسم کی آسانیاں اور سہولتیں بہم پہنچائی جا رہی ہیں۔ لیکن بدقسمتی کہیئے یا بے اعتنائی کہ ریاست کشمیر کے ارباب حل و عقد اس طرف بہت کم توجہ دے رہے ہیں۔ اور امر واقعہ تو یہ ہے۔ کہ اس اہم بات کو انہوں نے آجتک کوئی وقعت ہی نہیں دی۔

میں اسوقت کسی اقتصادی مسئلہ کو نہیں اٹھانا چاہتا اور نہ وقت ہے بلکہ میں نہایت مختصر طور پر چینی ترکستان کی تجارت کو لیتا ہوں۔ کون نہیں جانتا۔ چینی ترکستان تجارتی لحاظ سے کس قدر اہمیت رکھتا ہے۔ اور کشمیر سے اسکا کتنا بڑا تعلق ہے۔ چینی ترکستان کے مال کی منڈی سری نگر کشمیر میں ہی ہے۔ اور ریاست کو خوب علم ہے۔ کہ وہ کس قدر فائدہ کسٹم اور چنگی سے حاصل کرتی ہے۔ لیکن چند سال سے بالشویک چینی ترکستان کا تمام مال خرید کر لے جاتے ہیں۔ اسوجہ سے جسقدر مال یہاں آتا تھا وہ اب کم ہو رہا ہے۔ اور چینی ترکستان سے تجارت کرنیوالے اب نقصان اٹھا رہے ہیں۔ کیونکہ وہاں مال اب گراں ملتا ہے۔ لیکن جو تاجر اس کام میں عرصہ سے لگے ہوئے ہیں۔ وہ اسے فوراً چھوڑ بھی نہیں سکتے۔ غرض چینی ترکستان کی منڈی جو تقریباً تمام تر ریاست کے ہاتھ میں ہے۔ روز بروز گرتی چلی جا رہی ہے ریاست کا فرض تھا۔ کہ وہ اس طرف پوری توجہ کر کے تاجروں کی حوصلہ افزائی کرتی۔ لیکن معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے اگست سنہ ۳۰ء کی آخری تاریخوں میں جبکہ سوداگر چینی ترکستان کا مال گراں قیمت پر خرید کر حدود ریاست میں لائے۔ تو یہ حکم نافذ کیا گیا۔ کہ آئندہ محصول چنگی کی بجائے کسٹم ڈیوٹی ادا کرنی ہوگی سب سوداگر حیران و ششدر رہ گئے۔ اور جہاں تک ان کے بس میں تھا چیخ پکار کی گئی جس کا کوئی مفید نتیجہ نہ نکلا۔ اور تمام تاجر اس بھاری نقصان کو طوعاً او کرہاً برداشت کرنے کے لئے مجبور ہو گئے۔

پھر ریاست کے ذمہ وار حکام نے یہ جدت کی کہ چینی ترکستان کا جو مال براہ لداخ آئے۔ اس کا کسٹم لداخ ہی میں ادا کر دیا جائے۔ اور سری نگر سرائے صفاکدل میں جو آجتک اس تجارت کی منڈی رہی ہے۔ اس میں مال آئندہ نہ رکھا جائے۔ اور سرائے کو بطور تجارت خانہ استعمال نہ کیا جائے۔ ریاست کے ذمہ وار افسر اس بات سے خوب واقف ہیں۔ کہ جب سوداگر چینی ترکستان سے مال لاتے ہیں۔ تو ان کے پاس نقدی نہیں ہوتی۔ بلکہ مال ہی ہوتا ہے۔ پھر ریاست کو یہ بھی علم ہے۔ کہ چینی ترکستان کے اکثر مسلمان تاجر حج کی غرض سے آتے ہیں۔ اور بجائے نقدی کے مال ساتھ لاتے ہیں۔ کہ کشمیر میں اسے فروخت کر کے یہاں کا سکہ حاصل کریں۔ اور اس میں انہیں بہت آرام اور سہولت ہوتی ہے۔ پھر یہ بھی ہوتا تھا۔ کہ مال جب سرائے صفاکدل میں داخل ہوتا تھا۔ تو مال فروخت کرنے پر محصول چنگی ادا کیا جاتا تھا۔ لیکن اب یہ تمام آسانیاں تاجروں سے چھین لی گئی ہیں۔ اس سال تجار کو ریاست کی طرف سے جن جن مشکلات میں ڈالا گیا۔ اس کا رونا ہر تاجر رو رہا ہے۔ اگر ریاست کو ایسے ہی قوانین رائج کرنے تھے۔ تو اسے چاہیئے تھا۔ کہ سوداگروں کو کم از کم ایک سال قبل اس کی اطلاع دیدیتی۔ تا وہ مال کی خرید کے وقت تمام امور پر غور کر لیتے لیکن جب مال حدود ریاست میں پہنچ چکا۔ اور کسی تاجر کے وہم و گمان میں بھی یہ باتیں نہ ہوں۔ اس وقت جو تکلیف ہو سکتی ہے۔ اسے وہی جان سکتا ہے۔ جس پر یہ گزرے۔ اسی دوران میں ایک اور حکم محکمہ کسٹم کی طرف سے موصول ہوا۔ اور وہ یہ کہ تمام سوداگر سرینگر سرائے میں اپنے اپنے مال کا کسٹم ادا کر کے ایک ماہ کے اندر نکال لیں۔ ورنہ یہ میعاد ختم ہو جانے پر علاوہ کسٹم ڈیوٹی کے محصول چنگی بھی ادا کرنا ہوگا۔ سب حیران ہیں۔ کہ کیا کریں اور کیا نہ کریں۔ تاجر اپنا اپنا مال سرائے میں بند کر کے کچھ تو موسم سرما گزارنے پنجاب آ گئے ہیں۔ کچھ لداخ اور چینی ترکستان گئے ہوئے ہیں۔ اور کچھ ان دنوں فرائض حج ادا کرنے کے لئے حجاز میں ہیں۔ اس حالت میں ایسا سخت حکم نافذ کر دینا حکام کی انتہائی سختی ہے۔ اگر یہ قانون بھی اس سختی سے نافذ کرنا ہی تھا تو تاجروں کو زیادہ عرصہ کی مہلت دینی چاہیئے تھی۔ تاکہ جب یکے بعد دیگرے کشمیر میں آئیں۔ تو حساب صاف کر سکیں۔ لیکن تجار کی اس مجبوری کو بھی نظر انداز کر دیا گیا۔ اب بیچارے غریب اس نقصان کو برداشت کر کے ہمیشہ کے لئے بیٹھ جائینگے۔ مثال کے طور پر اس وقت میں صرف ایک چیز کو لیتا ہوں۔ جس سے واضح ہو جائیگا۔ کہ کسقدر تکلیف تجار کو ہو رہی ہے اور کس قدر کسٹم میں اضافہ کیا گیا ہے۔

ماہ اگست یا ستمبر سے قبل ایک بنڈل نمدوں پر جس میں پچیس ۲۵ نمدے ہوتے ہیں۔ فی بنڈل پانچ روپیہ دس آنہ کے قریب محصول چنگی لیا جاتا تھا۔ ستمبر میں یہ بڑھا کر محصول چنگی کی بجائے کسٹم فی بنڈل قریباً ساڑھے بارہ روپیہ کر دیا گیا۔ اور اس کی شرط بھی یہ رکھدی۔ کہ یہ کسٹم لداخ میں ادا کر دیا جائے۔ اور سرینگر پہنچنے پر یہ مال سرائے میں لایا جائے بلکہ جہاں جس کی مرضی ہو رکھے۔ پھر سرائے میں ایسا مال پہلے سے موجود تھا جس کا کسٹم ابھی ادا نہیں ہوا تھا۔ اور اکثر سوداگر کشمیر سے باہر گئے ہوئے تھے۔ ایسے حالات میں صرف ایک ماہ کے نوٹس پر یہ حکم نافذ کر دیا گیا۔ کہ جو شخص اس عرصہ میں مال سرائے سے نہ نکالے۔ اس سے محصول چنگی اور کسٹم ڈیوٹی دونوں وصول کی جائیں گی۔ یہ میعاد ختم ہو چکی ہے۔ اور سوداگر کشمیر سے ابھی باہر کاروبار میں مشغول ہیں۔ حیرت ہے۔ کہ اس قسم کے سخت قوانین اور نہایت سخت احکام اس بارے میں کیوں نافذ کئے جا رہے ہیں۔ سنتا ہوں۔ کہ یہ بھی کہا گیا ہے۔ کہ اگر سوداگروں کو محصول چنگی اور کسٹم ڈیوٹی دونوں ادا کرنے میں تامل ہو یا روپیہ پاس موجود نہ ہونے کی صورت میں اس کا مال نیلام کر کے یہ رقم حاصل کرنے کی بھی تجویز ہوئی ہے۔ ہر شخص اس سے اندازہ کر سکتا ہے۔ کہ کتنے نقصان رسان قوانین نافذ ہو رہے ہیں۔ یہ سب کچھ صرف پانچ یا چھ ماہ کے قلیل عرصہ میں ہوا۔ تمام دنیا کی اقتصادی حالت ایک عرصہ سے بگڑ گئی ہے۔ اور ماہرین کو سہولتیں۔ اور آسانیاں دیدے کر حالات سنبھال رہے ہیں۔ لیکن بدقسمت کشمیر کے تاجر ہیں۔ کہ اس قدر تکالیف اور گردشوں میں پیسے اور کچلے جا رہے ہیں۔ اور ذمہ وار حکام ان کی معروضات کی طرف توجہ نہیں دیتے۔

(نامہ نگار)

ہر قسم کی مردانہ کمزوریوں کا علاج

کنارسی رونس ہے

کنارسی رونس محنت کرنے والوں کی رفیق ہے۔ کمزوریوں کی دوست بیماروں کی مددگار ہے اس سے صالح خون پیدا ہوتا ہے۔ دماغ کو طاقت اور حرارت غریزی بڑھتی ہے۔ اس کے چند دن کے استعمال سے آپ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے اپنے اندر خاص تغیر پائیں گے۔ مایوسی اور کاہلی دور ہو جائے گی۔ کام کرنے کو دل چاہے گا۔ اور دل میں فرحت اور سرور پیدا ہو گا۔ اس دوا میں خوبی یہ ہے۔ کہ آج کل کی بازاری دواؤں کی طرح ہر یا خون میں جوش پیدا کر کے اثر نہیں کرتی۔ بلکہ اندرونی غدودوں کے فعل کو ٹھیک کر کے صحت کو درست کرتی ہے۔ اس لئے اس کا اثر دیرپا ہوتا ہے۔ اس کے استعمال سے بے وقت سفید ہونے والے بال رک جاتے ہیں۔ اور جسم کے مختلف اعضاء کے افعال اس طرح درست ہو جاتے ہیں۔ کہ سب قسم کی مردانہ امراض جاتی رہتی ہیں۔ عام اور خاص کمزوریوں والے لوگوں کو اس سے زیادہ فائدہ بخش دوائی ملنی مشکل ہے ۔:

:: قیمت فی شیشی عہ محصول پیکنگ۔ پوسٹیج علاوہ ::

دلکشا ہیر آئل بہترین تیل ہے۔ دانتوں کی حفاظت کے لئے دلکشا سنون بہترین سنون ہے ۔:

ہماری ادویہ کے متعلق بعض معززین کی رائے

جناب احمد علی صاحب نمبردار بازید چک فرماتے ہیں۔ کہ میں نے بذریعہ ڈاکٹر صاحب کنارسی رونس دوا بحالت بیماری جو کئی وجہ سے تھی۔ اعضاء میں عام تکلیف تھی۔ جب سے استعمال کی ہے۔ میں اپنے سچے دل سے تحریر کرتا ہوں۔ ازحد فائدہ ہوا ہے۔ حالانکہ میری عمر اس وقت تقریباً ستر سال کی ہے۔ اور بہت کمزوری ہو گئی تھی۔ لیکن اب بفضل تعالیٰ بالکل صحت ہے (۲) شیخ عبدالرحمن خاں ہوشیارپور سے تحریر فرماتے ہیں۔ کہ میں نے رحیم یار خاں سے آپ کو تحریر کیا تھا۔ کہ ہوشیارپور پہنچ کر میں آپ کو کنارسی رونس کے متعلق اطلاع دوں گا۔ لہذا میں آپ کی اطلاع کے واسطے تحریر کرتا ہوں۔ کہ اس وقت بہت فائدہ ہے۔ اس لئے تکلیف دی جاتی ہے۔ کہ ایک شیشی فی الحال اور روانہ کر دیجئے۔ (۳) جناب محمد الدین صاحب ٹیلر ماسٹر ٹیلرنگ ہاؤس بیرون دہلی دروازہ لاہور سے تحریر فرماتے ہیں۔ کہ میں نے سنون دلکشا پرفیومری کمپنی کا حافظ ملک محمد صاحب سے ایک شیشی خرید کر بیس روز تک استعمال کی۔ جس سے میرے جو دانت ہلتے تھے۔ خوب جم گئے۔ اور مجھے حیرت انگیز فائدہ محسوس ہوا ہے (۴) محمد عبدالقادر صاحب کاتب بہاولپور سے تحریر فرماتے ہیں۔ کہ میں نے عبدالرحمن صاحب ایجنٹ کمپنی دلکشا پرفیومری قادیان ضلع گورداسپور پنجاب سے تیل دلکشا ہیر آئل خریدا ہے۔ جو بہت عمدہ ہے۔ اس میں کوئی ایسی ملاوٹ نہیں جو نقصان دہ ہو۔ عام اشتہار بازوں کے مبالغوں سے مبرا ہے۔ اور خوشبو بھی چھ روز تک قائم رہتی ہے۔ علاوہ اس کے سرمہ نورانی بھی میرے تجربہ میں بہت مفید ثابت ہوا ہے ::

المشتہر

مینیجر دلکشا پرفیومری کمپنی قادیان ضلع گورداسپور

شربت فولاد

عورتوں کی بیماریاں متعلقہ رحم کمی و بیشی حیض

نا طاقتی اٹھرا اور ہسٹیریا کی بہترین دوا ہے

جناب ایم۔ ایل سرکار صاحب۔ رنگون۔ اب تک ۲ بوتلیں شربت فولاد منگوا چکے ہیں۔ مگر مورخہ ۲/۱۲ کے خط میں لکھتے ہیں۔ کہ میں شربت فولاد کے مفید ہونے کا اپنے دوستوں میں بھی تذکرہ کرتا ہوں۔ براہ مہربانی اور ۱۲ بوتلیں جلد وی۔ پی کر دیں ::

قیمت فی شیشی پچاس خوراک دو روپیہ

محصول ۸/

تیار کردہ فیض عام میڈیکل ہال قادیان

رہنمائے مرغی خانہ

مکمل با تصویر ایڈیشن دوم چھپ گیا۔ اس کتاب نے سینکڑوں نوجوانوں کو باروزگار بنا دیا ہے۔ یہ بہلوے مکمل دس سال کے تجربہ کا نچوڑ بیسوں قیمتی کتب کا مخزن۔ اس کی موجودگی میں کسی اور کتاب کی ضرورت نہیں۔ اس میں رنگدار ۵ و سادی ۵۰ تصاویر اور ۲۱۰ صفحہ قیمت ایک روپیہ چار آنہ بمعہ خرچ و نیز ولایتی اور امریکن۔ سال تک سال کے انڈے دینے والی مرغیاں ان کے تازہ انڈے بارعایت خرید فرماویں

مینیجر پنجاب پولٹری فارم سرگودہا

تجارت کرو۔ فائدہ اٹھاؤ

اگر آپ بیکار ہیں۔ یا اپنی آمدنی بڑھانا چاہتے ہیں۔ تو کمپنی ہذا سے ولایت۔ امریکہ۔ فرانس جاپان چین اور ہندوستان کا نئے نئے اقسام دلکش ڈیزائن کا مقبول عام اصلی کٹ پیس ہر پارچہ سالم تھان جو امیرانہ۔ غریبانہ زنانہ و مردانہ غرض شخص کی ضرورت کو پورا کرنے والا ہے۔ منگوا کر خود تجارت کیجئے اور پردہ نشین مستورات سے بھی کرائیے۔ ہمارا مال بوجہ عمدہ ہونے کے ہر شہر۔ ہر قصبہ اور ہر مارکیٹ میں ہاتھوں ہاتھ معقول منافع پر بکنے والا ہے ::

دوکاندار اور بیوپاری ہماری نمونہ کی گانٹھ جو پچاس روپیہ سے لے کر دو صد روپیہ یا اس سے زائد قیمت کی ہے ٹھوک نرخ پر منگوا کر فائدہ اٹھائیں۔ بڑے بیوپاری ولایت کی سربند گانٹھ اور پیٹی جو چار صد روپیہ سے لے کر ہزار پندرہ سو روپیہ تک کی ہیں۔ طلب کریں۔ مال گاڑی کا پورا اور سواری گاڑی کا نصف کرایہ بذمہ کمپنی۔ کل روپیہ ہمراہ آرڈر ارسال کرنے والوں کو ۱/۲ فی صدی رعایت ورنہ چوتھائی پیشگی بھیج کر مال طلب کریں۔ ذاتی استعمال کے لئے جس قدر کٹ پیس مطلوب ہو۔ بذریعہ ڈاک پارسل وی پی منگوا لیجئے ::

ہمارا دعویٰ ہے۔ کہ ہم سے کم نرخ پر کوئی مال نہیں دے سکتا۔ آرڈر دینے سے پیشتر ہم سے ضرور دریافت کریں۔ تنخواہ یا کمیشن پر کام کرنے والے ایجنٹوں کی ہر مقام کیلئے ضرورت ہے۔ قواعد ایجنسی اور ٹھوک پرائس لسٹ مفت طلب کیجئے

امریکن کمرشل کمپنی (ٹھوک سوداگران) تار جہر کٹ پیس مارکیٹ بمبئی نمبر ۸

حضرت حکیم الامۃ خلیفۃ المسیح اوّل کے خاندان میں

تو موتی سُرمہ ہی مقبول ہے

اس لئے آپ کو بھی یہی سُرمہ ہی استعمال کرنا چاہیئے...

ضعف بصر۔ ککرے۔ جلن۔ خارش چشم۔ پھولا۔ جالا۔ پانی بہنا۔ دھند۔ غبار۔ پڑبال۔ ناخونہ۔ گوہانجنی رتوندہ۔ ابتدائی موتیابند۔ غرضیکہ جملہ امراض چشم کے لئے اکسیر ہے۔ جو لوگ بچپن اور جوانی میں اس کا استعمال رکھیں گے۔ وہ بڑھاپے میں اپنی نظر کو جوانوں سے بھی بہتر پائیں گے۔ حضرت حکیم الامۃ نور الدین کے صاحبزادگان تحریر فرماتے ہیں کہ

"پچھلے دنوں عزیز عبدالباسط کو آشوب چشم اور ککروں کی تکلیف تھی۔ اس سے قبل اور بھی کئی ایک ادویہ استعمال کی گئیں۔ کوئی فائدہ نہ ہوا۔ مگر آپ کا سرمہ بہت مفید اور کامیاب رہا۔ درحقیقت یہ بہت ہی قابل قدر چیز ہے۔" اس سے آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کہ حضرت حکیم الامۃ رضی اللہ عنہ کا اصل نسخہ کس کے پاس ہے۔ اور پھر کون اسے زیادہ احتیاط سے تیار کرتا ہے۔ اور آپ کا خاندان مبارک کس سرمہ کو پسند فرماتا ہے۔

لہذا آپکو بھی یہی بہترین مفید اور مقبول عام موتی سرمہ ہی استعمال کرنا چاہیئے۔ قیمت فی تولہ ۱ محصولڈاک علاوہ؛؛

ایک اسّی سالہ بزرگ پر اکسیر البدن کا حیرت انگیز اثر

جناب شیخ صالح محمد صاحب انسپکٹر پولیس ضلع گورداسپور لکھتے ہیں۔ کہ:۔

"میرے دادا صاحب جناب شیخ نور الدین گورنمنٹ پنشنر جن کی عمر ۷۵ سال سے متجاوز ہے۔ کچھ عرصہ سے درد اعضاء اور عام جسمانی کمزوری میں مبتلا تھے۔ ان کی خواہش پر انہیں آپ کی مشہور مقوی دوا اکسیر البدن کا استعمال کرایا گیا۔ آپ یہ سن کر خوش ہوں گے۔ کہ انہیں آپ کی دوا سے بے حد فائدہ پہنچا۔ اب وہ مزید دوا کے خواہشمند ہیں۔ لہذا انہیں ایک شیشی اور بھیج کر مشکور فرماویں"؛؛

یقیناً اکسیر البدن دنیا میں ایک ہی بہترین مقوی دوا ہے۔ جو جملہ دماغی اور جسمانی اعصابی کمزوریوں کو دور کرنے کمزور کو زور آور اور زور آور کو شاہ زور بنانے میں لاثانی ہے۔ اگر آپ کو اپنی نیچی صحت کی کچھ بھی فکر ہے۔ تو فی الفور اس کا استعمال شروع کر دینا چاہیئے۔ اگر آپ ان سردیوں میں ان جملہ مقویات کے سرتاج یعنی اکسیر البدن کا استعمال کریں گے تو یقیناً آپ اپنی صحت کا بیمہ کرالیں گے۔ ایک ماہ کی خوراک کی قیمت پانچ روپیہ محصولڈاک علاوہ؛؛

اکسیر معدہ ہیضہ بدہضمی۔ کمی بھوک۔ درد شکم۔ اپھارہ باد گولہ۔ پیٹ کا گوگڑانا۔ کھٹی ڈکاریں۔ متلی۔ جی کا متلانا۔ جگر و تلی کا بڑھ جانا۔ قبض اسہال ریاح کیلئے تیر بہدف بھوک کھولنے۔ دور ہو گئی بکثرت ہضم کرنے کے لئے مسلمہ ہے۔ اڈیٹر صاحب فاروق اور مولانا نیر صاحب نے بعد از استعمال بہت پسند فرمایا۔ قیمت فی شیشی عدد محصولڈاک علاوہ؛؛

ملنے کا پتہ:۔ مینیجر نور اینڈ سنز نور بلڈنگ قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

نارتھ ویسٹرن ریلوے

نوٹس

تعطیلات ایسٹر میں کرایہ کی رعایت

ایسٹر کی تعطیلات کے لئے حسب ذیل شرح پر واپسی ٹکٹ جو ۲۰ اپریل ۱۹۳۱ء تک قابل استعمال ہوں گے ۲۷ مارچ لغایت ۶ اپریل ۱۹۳۱ء نارتھ ویسٹرن ریلوے کے تمام سٹیشنوں پر مل سکیں گے۔ بشرطیکہ ایک طرف کا فاصلہ سو میل سے زائد ہو۔ یا سو میل تک کا کرایہ ادا کیا جائے؛

فرسٹ اور سیکنڈ کلاس

ایک طرف کا پورا اور ایک طرف کا تیسرا حصہ

انٹر

ایک طرف کا پورا اور ایک طرف کا آدھا حصہ

تھرڈ

ایک طرف کا پورا اور ایک طرف کا ۳/۴ حصہ

جے۔ ایچ۔ جیمز
چیف کمرشیل مینیجر

این۔ ڈبلیو۔ آر
ہیڈ کوارٹرس آفس لاہور

ہسٹری آف النبی جلد ثالث پر تنقیدی نظر

ہر احمدی کو اس کا دیکھنا فرض ہے۔ باعث ازدیاد ایمان ہوگا جس میں ہسٹری آف النبی جلد ثالث پر ناقدانہ نظر ڈال کر ڈاکٹر محمد عمر صاحب بی۔ ایم۔ ایس نے ان لغزشوں پر علمی روشنی ڈالی ہے۔ جو مصنف نے اس معرکۃ الآراء کتاب میں کی ہیں اور یہ ضروری کر دیا ہے۔ کہ جو لوگ ہسٹری آف النبی جلد ثالث پڑھیں وہ اس تنقید پر بھی نظر ڈالیں۔ اس کتاب کی صرف چند کاپیاں باقی ہیں قیمت فی جلد ۸ آنے؛؛

ملنے کا پتہ:۔ **شوکت تھانوی**
ترور محل امام باڑہ آغا باقر لکھنؤ

ڈاکٹری اور طبی دنیا

یہ ایک حقیقت ثابت ہے کہ دانتوں اور مسوڑوں کی خرابی ام الامراض ہے خصوصاً جب مسوڑوں میں پیپ پڑ جائے۔ یورپین و امریکن ڈاکٹروں اور یونانی اطباء کا متفقہ فیصلہ ہے۔ کہ مسوڑوں کی پیپ اور دانتوں کی دیگر بیماریاں جسم انسانی کے انجن (معدہ) کو خراب کر کے صحت کو برباد کرتی ہیں۔ اس لئے ہر انسان کا فرض ہے کہ وہ صحت قائم رکھنے کے لئے اس مرض متعدی کا تدارک کرے۔ ورنہ معمولی غفلت کا خمیازہ امراض شدیدہ کا سامنا ہوگا۔ افادہ عام کے لئے ہم نے منجن محافظ دندان ایجاد کیا ہے۔ جو بعد تجربہ ہر انسان کے لئے مفید ثابت ہوا۔ دانتوں میں کیڑا لگنا۔ دانتوں کا ہلنا۔ پانی لگنا۔ درد کرنا۔ گند ہونا۔ جبڑوں میں سوزش میل جمنا مسوڑوں کا زخمی ہونا۔ پیپ پڑ جانا۔ خون آنا۔ مسوڑوں کا پھولنا مسوڑوں کی کھجلی۔ جلن۔ بدبو۔ گوشت خورہ ان سب امراض کے لئے منجن محافظ دندان بے حد مفید ہے۔ قیمت فی شیشی ایک روپیہ (عه) ؛؛

عبد الرحمٰن کاغانی دواخانہ روحانی قادیان

ہندوستان اور ممالک غیر کی خبریں

—— ۲۳ مارچ کی شام کو سات بجکر ۵ منٹ پر لاہور سنٹرل جیل میں سردار بھگت سنگھ۔ مسٹر راجگورو اور مسٹر سکھدیو کو پھانسی دیدی گئی۔ اور ایک خفیہ سوراخ میں سے تینوں لاشوں کو نکالکر باہر لے جایا گیا۔ ۹ بجے تک یہ خبر لاہور میں پھیل گئی۔ اور اسی وقت ماتمی جلوس نکالے گئے۔ جو تمام رات شہر میں روتے پیٹتے رہے۔ لواحقین نے بہت دوڑ دھوپ کی کہ لاشیں انہیں دیدی جائیں۔ مگر کوئی شنوائی نہ ہوئی۔ ایک بجے صبح ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی طرف سے ایک اعلان شائع کیا گیا۔ کہ ان کی لاشیں دریائے ستلج کے کنارے ہندوؤں اور سکھوں کی مذہبی رسومات کے مطابق جلاکر راکھ دریا میں ڈالدی گئی ہے۔ ۲۳ مارچ ان سے ملاقات کی آخری تاریخ تھی۔ ان کے بہت سے رشتہ دار گئے۔ لیکن افسران جیل نے کہا۔ کہ صرف قریبی متعلقین ہی مل سکتے ہیں۔ باقی نہیں۔ چنانچہ سب نے احتجاجاً ملاقات سے انکار کر دیا۔ سزائے پھانسی کے التوا کے لئے جو دو قانونی درخواستیں دی گئی تھیں۔ وہ چار بجے تک ہائیکورٹ نے نامنظور کر دیں کہا جاتا ہے۔ کہ انہوں نے پھانسی سے پہلے ڈاؤن ڈاؤن وداؤن جیک یعنی یونین جیک کو سرنگوں کرنے کے نعرے لگائے

—— سزائے پھانسی کی خبر سنکر گاندھی جی نے تار دیا ہے۔ کہ ان جیسے بہادروں کی موت پر مجھے سخت صدمہ ہوا ہے۔ پرامن ہڑتالیں کی جائیں۔ اور خاموش ماتمی جلوس نکالے جائیں۔ دیکھیں۔ اس مشورہ کی کہاں تک تعمیل کی جاتی ہے۔

—— ۱۷ مارچ کو گول میز کانفرنس کے سلسلہ میں وائسریگل لاج میں ایک بے ضابطہ کانفرنس ہوئی جس میں گول میز کانفرنس کے نمائندے بھی شریک ہوئے۔ گاندھی جی اور پنڈت مالوی کانگریس کی طرف سے آئے۔ اگرچہ کوئی سرکاری اعلان نہیں ہوا۔ مگر باخبر حلقوں میں بیان کیا جاتا ہے۔ کہ عنقریب متعدد سب کمیٹیاں بنائی جائینگی۔ جو انڈین سینڈہرسٹ۔ صوبہ سندھ کی علیحدگی اور اس کے نظام حکومت صوبہ سرحد میں اصلاحات۔ اور فیڈرل حکومت نیز مالیات کے مسائل کے متعلق سفارشات پیش کریگی۔ طریق رائے دہندگی کے متعلق بھی ایک کمیٹی بنی تھی۔ مگر فرقہ وار سوال کے تصفیہ تک اسے ملتوی کر دیا گیا ہے۔ گاندھی جی نے بیان کیا ہے۔ کہ اگر فرقہ وار سوال کا باہمی فیصلہ نہ ہو سکا۔ تو حکومت برطانیہ سے اس کے تصفیہ کی درخواست کی جائیگی۔

—— گورنر پنجاب پر حملہ کرنے والے ہری کشن کو ۲۴ کو پھانسی ہونے والی تھی۔ مگر چونکہ اس کے وکیل نے پریوی کونسل میں اپیل کی اطلاع دی۔ اس لئے سزا ملتوی کر دی گئی ہے۔

—— ۲۰ مارچ کو سکھوں کا ایک وفد جس میں سر جوگندر سنگھ اور سردار سنگھ مجیٹھیا وغیرہ بھی شامل تھے۔ گاندھی جی سے ملا۔ اور کہا۔ چونکہ مسلمان فرقہ وار نیابت مانگتے ہیں۔ اس لئے ہمیں تیس فیصدی دیا جائے۔ نیز یہ تجویز پیش کی کہ پنجاب کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ ایک میں مسلمان ایسی اکثریت میں ہوں جس سے اقلیتوں کو کافی نیابت اور توازن حاصل ہو سکے۔ اور دوسرے میں تمام اقوام کی طاقت مساوی ہو دیگر سوالات زبان اور رسم الخط وغیرہ کے متعلق تھے گاندھی جی نے کہا۔ کہ کانگریس کسی ایسے نظام کی حمایت نہیں کر سکتی۔ جو تمام اقلیتوں کو قابل قبول نہ ہو۔ سکھوں کو جو سوجھتی ہے۔ عجیب ہی سوجھتی ہے۔

—— معلوم ہوا ہے۔ اٹک جیل توڑ دیا جائیگا۔ اور قیدی راولپنڈی منتقل کر دیئے جائیں گے۔

—— نواب صاحب بہاولپور نے دہلی کے طبیہ کالج کو پچاس ہزار روپیہ عطا کیا ہے۔

—— کانگریسی مسلمانوں نے ڈاکٹر انصاری کی صدارت میں ایک جلسہ کیا۔ اور جداگانہ انتخاب کی مخالفت میں قرادادیں پاس کیں۔ انہیں معلوم ہونا چاہئیے۔ کہ اب مسلمان ان کے جھکمہ میں نہیں آ سکتے۔

—— یو۔پی کے مختلف شہروں میں مسلمانوں کے قتل عام پر بحث کرنے کے لئے مولوی محمد یعقوب صاحب نے اسمبلی میں تحریک التوا پیش کی۔ ہوم ممبر نے تو اعتراض نہ کیا۔ مگر بھائی پرمانند نے مخالفت کی۔ چونکہ ممبر کم تھے۔ اس لئے تجویز پیش نہ ہو سکی۔

—— دہلی ۲۰ مارچ۔ فوجی حلقوں میں یہ رائے ظاہر کی گئی ہے۔ کہ سرحد پر آفریدیوں کے ساتھ انگریزی افواج کی جو مٹھ بھیڑ ہوئی۔ اسے غیر معمولی اہمیت دینے کی ضرورت نہیں گزشتہ حملہ کی زیادہ تر وجہ یہ بیان کی گئی ہے۔ کہ آفریدی آجکل اپنی فصلوں سے فارغ ہو گئے ہیں۔ اس لئے نوجوان اپنی تھدید کو جو انہیں پچھلا چپ ہے اس موسم گرما کے آغاز میں انگریزی پیش قدمی کے راستہ میں روڑے اٹکائے جائیں گے۔

—— آل انڈیا مسلم کانفرنس کا اجلاس ۲ و ۳ اپریل کو دہلی میں منعقد ہوگا۔ اس کی صدارت کے فرائض مولانا شوکت علی انجام دینگے۔ مجلس استقبالیہ کی صدارت بیگم صاحبہ مولانا محمد علی کے لئے تجویز کی گئی ہے۔ اس موقع پر ہندوستان کے مختلف حصوں سے رضاکاروں کے جیش آئیں گے۔ جن کا نام محمد علی کور بن ہوگا۔ آل انڈیا تنظیم کمیٹی اور آل انڈیا خلافت کمیٹی کے اجلاس بھی منعقد ہوں گے۔

—— لنڈن ۱۸ مارچ۔ مسٹر چرچل کی "شر انگیز" تقریروں کا جواب دیتے ہوئے وزیر خارجہ نے ہال میں ایک تقریر کی اور کہا۔ ہمارے درمیان ایک عظیم "شر انگیز" ہستی موجود ہے۔ جو اس وقت بھی ہر دیگ میں اپنا چمچہ ڈالنے کی کوشش کر رہی ہے۔ جب میں مصر کے ساتھ تصفیہ کر رہا تھا۔ اس وقت بھی اس نے یہی حرکت کی تھی۔ اس کا چمچہ پاک اور صاف نہیں۔ لیکن ہم گول میز کانفرنس کو استوار بنانے کے لئے اسی طرح کام کرتے رہیں گے جس طرح دنیا میں امن قائم کرنے کی کوشش میں مصروف ہیں۔

—— احمد آباد ۱۸ مارچ گاندھی جی نے چرخوں کے امتحان مقابلہ میں اول رہنے والے چرخہ کے لئے ایک لاکھ روپیہ کا اعلان کیا ہے۔ اس مقابلہ میں شامل ہونے والے قریباً بیس چرخے یہاں آ چکے ہیں۔ لیکن گاندھی جی کی مجوزہ شرائط کو ایک چرخہ بھی پورا نہیں کرتا۔ اس لئے موجدوں کو مہلت دی جائیگی۔ کہ ان میں مناسب تبدیلی کریں۔

—— آگرہ ۲۰ مارچ۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ آگرہ نے اہل شہر کے نام ایک اعلان شائع کیا۔ کہ اگر اب کسی مکان سے خشت باری ہوئی۔ تو پولیس اس مکان میں گھس کر مکینوں کو گرفتار کریگی۔ اور اگر کسی محلہ میں کوئی شورش وغیرہ ہوئی۔ تو اس محلہ میں تعزیری پولیس قائم کر دی جائے گی۔ اور اس کے اخراجات اہل محلہ کو ادا کرنے ہونگے۔

—— لنڈن ۱۷ مارچ۔ پرنس آف ویلز نے بیونس آئرس کے ڈاک خانہ سے ٹیلیفون کے ذریعے آج شاہ جارج کے ساتھ لنڈن میں گفتگو کی۔ جو صاف سنائی دیتی تھی۔ یہ سائنس کے کرشمے ہیں۔

—— سکھر سے ایک ہندو جلسہ کی خبر آئی ہے جس میں ہزاروں ہندو شامل ہوئے۔ اور گاندھی جی نیز کانگریس کے خلاف لوگوں کو اس بنا پر بھڑکانے کی کوشش کی گئی۔ کہ وہ علیحدگی سندھ کے حامی ہیں۔ یہاں تک کہا گیا۔ کہ اگر یہ تجویز منظور کی گئی۔ تو گاندھی جی کے خلاف ستیہ گرہ کیا جائیگا۔ اور ان کے مکان پر پکٹنگ کر دیا جائے گا۔ بھائی پرمانند اس تحریک کے بانی ہیں۔ مسلمانوں کے مطالبات کی اصلاح مخالفت ہندوستان کی آزادی کے لئے کسی صورت میں مفید نہ ہوگی۔

—— یکم اپریل سے محکمہ ڈاک خانہ نے لفافہ کی قیمت ایک آنہ کی بجائے ایک آنہ ایک پائی کر دی ہے۔ یعنی ایک روپیہ میں پندرہ لفافوں کا ایک پیکٹ ملیگا۔ کچھ عرصہ سے محکمہ ڈاک خانہ ایسے ہی تکلیف دہ اور نقصان رساں قوانین نافذ کر رہا ہے۔

(عبدالرحمن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں جناب کرمانکان کے لئے قادیان سے شائع کیا)